سُود رشوت قرض جُوا
کے شرعی احکام

مع ارشادات

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مُفتی مُحمّد زید مظاہری ندوی

مکتبہ زکریا کراچی
بنوری ٹاؤن کراچی

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیشِ لفظ

یوں تو شریعتِ مطہرہ نے بہت سے معاملات کو معصیت، ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، لیکن ایسی معصیت جس کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ ہو، اور ایسا گناہ کہ جس میں سخت ترین عذابِ الیم کی دھمکی دی گئی ہو جو کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہو، وہ معصیت اور گناہِ کبیرہ سود اور سودی لین دین ہے، قرآن کی متعدد آیات میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔

انتہائی رنج و افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں سود، رشوت، حرام خوری کا اس قدر بازار گرم ہے کہ العیاذ باللہ!

طرح طرح کی ناجائز صورتوں، باطل حیلوں کی آڑ میں سودی لین دین کا کاروبار بڑھتا ہی جارہا ہے، نہ صرف یہ کہ اس کو جائز بلکہ استحسان کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور مادّہ پرست قوتوں کا تسلط اور دنیاوی ترقی کا بھوت اور ذہنی غلامی کا طوق اس طرح پڑا ہوا ہے کہ مسلمان کے عقیدہ میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ مسلمان سودی لین دین اور رشوت و حرام خوری کے بغیر ترقی نہیں کرسکتا، اس کے لئے حلال روزی کے گویا سارے راستے مسدود، رزقِ حرام کے بغیر اس کی ترقی ناممکن!

یہ رسالہ ''سود، رشوت، قرض کے شرعی اَحکام'' اسی غلط فہمی کے ازالہ، نیز سودخوری کے باطل حیلوں اور سود و رشوت کے چور دروازوں کی نشاندہی کے لئے

مرتب کیا گیا ہے۔

یہ رسالہ دراصل حضرت حکیم الأمت تھانویؒ کے افادات کا مجموعہ ہے جو ان کی مختلف تصانیف، ملفوظات و مواعظ سے ماخوذ ہے۔

اصلاً یہ رسالہ احقر کی مرتب کردہ کتاب ''اَحکام المال'' کا ایک جزء ہے، لیکن ضخامت نیز اس کی اہمیت و ضرورت اور افادیت کے پیشِ نظر اس کی اشاعت علیحدہ مناسب تھی، اس لئے اس کو مستقلاً شائع کیا جارہا ہے تاکہ زائد سے زائد اس کی اشاعت کی جاسکے۔

قارئینِ کرام سے ہمدردانہ گزارش ہے کہ زیادہ سے زیادہ دوسرے بھائیوں تک پہنچانے کی سعی فرمائیں، مختلف مروّجہ زبانوں میں بھی ترجمہ کراکے اسی قسم کے کاروباری تاجروں، دوسرے بھائیوں تک پہنچانے کی سعی فرمائیں، اس پُرفتن گئے گزرے دور میں شاید اللہ جل جلالہٗ کے نزدیک یہی کوشش آپ کے لئے باعثِ نجات بن جائے۔

مالیات سے متعلق ایک مفصل رسالہ ''اَحکام المال'' کے نام سے زیرِ طبع ہے، جس میں مال و اسباب، جائیداد کی اہمیت، مال کمانے کی ضرورت اور حصولِ مال کے جائز و ناجائز طریقے، مختلف پیشے، اُصولِ تجارت وغیرہ مضامین تفصیل سے عرض کئے گئے ہیں، اور دوسرے رسالہ میں مال کے خرچ کرنے کے طریقے اور اپنی زندگی میں مال تقسیم کرنے نیز وصیت، میراث وغیرہ کے شرعی اَحکام اور آسان طریقے ذکر کئے گئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ زیادہ سے زیادہ اُمتِ مسلمہ کو ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

(مفتی) محمد زید مظاہری ندوی

بابِ اوّل

سود کا بیان

سود سے متعلق آیاتِ قرآنیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱:- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً وَّاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ. وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ.

ترجمہ وتشریح:- اے ایمان والو! سود مت کھاؤ یعنی سود مت لو کئی حصہ زائد کرکے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اُمید ہے کہ تم کامیاب ہوجاؤ گے اور اس آگ سے بچو جو اصل کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے، یعنی سود وغیرہ گناہ مت کرو جو دوزخ میں لے جانے والے ہیں، اور خوشی سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو تو اُمید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے۔

(بیان القرآن ج:۲ ص:۵۷ سورۂ آل عمران)

۲:- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهِ.

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو، پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو! یعنی تم سے جہاد ہوگا۔ (بیان القرآن ج:۱ ص:۱۶۷ سورۂ بقرہ)

۳:- اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ إِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا، وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا.

ترجمہ وتشریح:- جو لوگ سود کھاتے ہیں، یعنی لیتے ہیں قیامت کے دن قبروں سے اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح ایسا شخص کھڑا ہوتا ہے، جس کو شیطان لپٹ کر خبطی بنادے، اور یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان سودخور لوگوں نے سود حلال ہونے کے لئے کہا تھا کہ بیع بھی تو سود کے مثل ہے کیونکہ اس میں بھی مقصود نفع حاصل کرنا ہوتا ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے، اور سود لینے سے فی الحال مال بڑھتا نظر آتا ہے، لیکن انجام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں، کبھی تو دنیا ہی میں سب برباد ہوجاتا ہے ورنہ آخرت میں تو یقینی بربادی ہے، کیونکہ وہاں اس پر عذاب ہوگا، اس کے برخلاف صدقہ دینے میں اگرچہ فی الحال مال گھٹتا معلوم ہوتا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتے ہیں، کبھی دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو یقیناً بڑھتا ہے

کیونکہ وہاں اس پر بہت ثواب ملے گا۔

(بیان القرآن ج:۱ ص:۱۶۶ سورۂ بقرہ)

فقہاء کے ارشادات

سود کو حلال سمجھنے والا مرتد ہے

۱:- سود کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اسلام کے بعد کفر کرنا ارتداد ہے، اس لئے یہ شخص (جو سود کو حلال سمجھتا ہے) مرتد ہوجائے گا، اگر اَز سرِ نو اسلام قبول نہ کرے تو اس کو قتل کردیا جاتا ہے اور اس کا تمام مال اس کی ملکیت سے زائل ہوجاتا ہے۔

۲:- سود کو نہ چھوڑنا اگر اس طرح ہے کہ حلال تو نہیں سمجھتا (لیکن باز نہیں آتا تو اگر اسلامی حاکم ہے اس کے لئے شرعی حکم یہ ہے کہ) اس پر جبر کرنا چاہئے اور اگر وہ جبر کو نہ مانے بلکہ گروہ بنا کر مقابلہ میں آجائے تو ان سے جہاد کرنا چاہئے، کیونکہ ایسے لوگوں کا حکم باغیوں کا سا ہوگا، اور باغی کے اَحکام میں یہ ہے کہ ان میں جو لوگ قتل سے بچے رہیں ان کا مال ان کی ملکیت سے تو زائل نہیں ہوتا مگر ان کے قبضے سے نکال لیا جاتا ہے، یعنی چھین کر اپنے قبضہ میں امانت کے طور پر رکھا جاتا ہے، وہ لوگ جس وقت توبہ کرلیں گے ان کے اموال ان کو واپس کردیئے جائیں گے، یہ سب مسائل ہدایہ میں موجود ہیں۔ (بیان القرآن ج:۱ ص:۱۶۷ سورۂ بقرہ)

سود کیوں حرام ہے؟

سود اور بیع کا فرق

آج کل لوگوں میں یہ مرض پیدا ہوگیا ہے کہ لوگ یہ دریافت کرتے ہیں کہ سود کیوں حرام ہے؟ اس میں کیا خرابی ہے؟ جان کا بیمہ کیوں ناجائز ہے؟ اس میں تو بڑا نفع ہے۔ سو یاد رکھو! کہ اس سوال کا کسی مسلمان کو حق نہیں، مسلمان کے لئے اتنی وجہ کافی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس فعل سے ناراض ہیں، عاشق کو اتنی بات معلوم کرنے کے بعد کہ محبوب اس بات سے ناراض ہوتا ہے کسی اور وجہ کا انتظار نہیں ہوتا، پھر مسلمان کو گناہ کے متعلق علّتوں اور حکمتوں کی تلاش کا انتظار کیوں ہے؟ اور اگر تم عاشق نہیں بنتے تو خدا کے غلام تو ہو، اب خود ہی انصاف کرلو کہ اگر تمہارا کوئی نوکر یا غلام یہ دریافت کرنے لگے کہ: آپ فلاں کام سے کیوں ناراض ہوتے ہیں؟ اس کی وجہ بتلا دیجئے تب میں اس کام سے باز آؤں گا، ورنہ میں اپنی رائے پر عمل کروں گا۔ تو آپ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے؟ افسوس! کہ ہم اس غلام سے بھی گئے گزرے ہوگئے جس کو ایک شخص نے خریدا اور پھر پوچھا کہ: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ: اب تک خواہ کچھ بھی نام تھا، لیکن اب تو وہی نام ہے جس نام سے آپ پکاریں۔ آقا نے پوچھا کہ: تو کیا کھاتا ہے؟ کہنے لگا: جو حضور کھلائیں گے وہی کھاؤں گا، جو آپ پہنائیں گے وہی پہنوں گا۔

افسوس! ہم خدا کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور خدا کے اَحکام کی علّتیں ڈھونڈتے ہیں، آج کل اکثر تعلیم یافتہ ہیں کہ ان کو یہ جواب کافی نہیں ہوتا کہ سود اس واسطے حرام ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہیں، بلکہ وہ اس کی عقلی علّت معلوم کرنا

چاہتے ہیں اور جب تک علّت معلوم نہ ہو اس وقت تک ان کو تسلی نہیں ہوتی۔

ایک صاحب کہنے لگے کہ: میں سود کے مذموم (بُرا) ہونے کی یہ علت نہیں تسلیم کرتا کہ اس سے دوزخ میں جانا ہوگا، بلکہ میں تو اس واسطے اسے حرام سمجھتا ہوں کہ اس میں بے مروّتی بہت زیادہ ہے کہ اپنے بھائی کو دیئے تھے سو روپے اور لئے دو سو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علّت (وجہ) ایسی ہے کہ جس کو ذرا سے غور و فکر کے بعد ہر عقلمند آدمی توڑ سکتا ہے، کیونکہ ذہین آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسی بے مروّتی ہر تجارت میں ہے، مثلاً ہم نے ایک کپڑا خریدا تو دس روپے میں اور اس کو بیچنے لگے بیس روپے میں، یہ بھی بے مروّتی ہے۔ ایک مکان ہم نے تیار کیا دو ہزار میں اور بیچنے لگے دس ہزار میں، یہ بھی بے مروّتی ہے۔ اب وہ شخص جو سود کو محض بے مروّتی کی وجہ سے بُرا سمجھتا ہے ان صورتوں میں اور سود کی صورت میں کوئی عقلی فرق بیان کرے، سو ہرگز وہ عقلی فرق نہ بیان کر سکے گا، چنانچہ کفارِ مکہ کو بھی یہی شبہ پیش آیا تھا، ان کو بھی یہی حیرت تھی وہ کہتے تھے: "اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا" (تجارت بھی تو سود کی طرح ہے)، سود میں اور بیع میں کیا فرق ہے؟ دونوں ظاہر میں یکساں معلوم ہوتے ہیں، تو اب وہ علّت کہاں رہی؟ قرآن میں تو اس کا جو جواب دیا گیا ہے وہ سننے کے قابل ہے، حق تعالیٰ نے عقلی وجہِ فرق کوئی بیان نہیں فرمائی بلکہ یہ فرق بیان فرمایا کہ: "اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" (اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا)۔

اب دونوں یکساں کیوں ہو سکتے ہیں بلکہ دونوں میں بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ حق تعالیٰ نے بیع اور تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے، اور حق تعالیٰ مالک ہیں، انہیں اختیار ہے جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں، کسی کو اس کی وجہ دریافت کرنے کا کوئی حق نہیں، علماء کو چاہئے کہ ایسے سوالات کے جوابات میں قرآن کا طرز اختیار

کریں۔ (سیرت الصوفی ملحقہ حقیقتِ تصوف وتقویٰ)

سود سے متعلق چند احادیث

۱:- حضرت ثمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک روز صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آج رات ہم نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھ کو اُٹھا کر کہا: چلو! میں ان کے ساتھ چلا (یہاں تک کہ) ایک نہر پر پہنچے جو خون کی طرح لال تھی اور اس نہر کے اندر ایک شخص تیر رہا ہے اور نہر کے کنارہ پر ایک اور شخص ہے اس نے بہت سے پتھر جمع کر رکھے ہیں، وہ شخص تیرتا ہوا اِدھر کو آتا ہے یہ شخص اس کے منہ پر ایک پتھر کھینچ کر مارتا ہے، جس کے صدمہ (چوٹ) سے پھر وہ اپنی جگہ پہنچ جاتا ہے، پھر وہ تیر کر نکلتا ہے یہ شخص پھر اسی طرح اس کو (مارکر) ہٹا دیتا ہے، میں نے پوچھا: یہ دونوں کون لوگ ہیں؟ (ان دونوں نے جواب دیا کہ یہ لوگ) سود خور ہیں۔

(تعمیم التعلیم۔ التبلیغ ج:۲۱ ص:۲۶، بخاری جزاء الاعمال ص:۲۸)

۲:- ایک حدیثِ پاک میں پیش گوئی فرمائی گئی ہے کہ جب تم ایسا کروگے (یعنی سودی لین دین کروگے اور اس کے لئے طرح طرح کے حیلے کروگے) تو ذلیل وخوار ہوگے اور دوسری قومیں تم پر غالب آجائیں گی۔ (صفائی معاملات ص:۱۶)

۳:- ایک حدیث شریف میں ہے: جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی

کرنے لگے گی تو قحط، تنگی اور حاکموں کے ظلم میں مبتلا ہوگی۔

(جزاء الاعمال ص:۸)

سود اور سودی مال!

سود کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا" کہ سودی مال جمع ہوتا ہے اور ایک دن مٹ کر رہتا ہے، اور حقیقۃً تو مٹتا ہی ہے مگر کبھی صورۃً بھی مٹ جاتا ہے، ایک دن بری طرح مارے جاتے ہیں اور اگر اتفاقاً نہ بھی مٹے تب بھی اس سے کلام الٰہی پر اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ "یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا" یہ قضیہ مہملہ ہے جو جزئی کی قوت میں ہوتا ہے اگر ایک دفعہ بھی مٹ جائے تو وہ صادق آجائے گا، معنیٰ یہ ہیں کہ سود والے اکثر مٹتے ہیں اور اس کے بہت سے واقعات ہیں جن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، اگر کہیں ظاہراً نہ بھی مٹے تو دوسرے طریقہ سے مٹتا ہے، مٹنے کی قسمیں مختلف ہیں، ایک یہ کہ مال جاتا رہے چوری وغیرہ ہوجائے یہ تو ظاہری مٹنا ہے، اور ایک مٹنا معنوی طریقہ سے ہوتا ہے وہ یہ کہ سود والا اس مال سے خود نفع نہیں اُٹھاتا (خواہ بیماری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے) فاقہ کرکر کے عمر ختم ہوجاتی ہے، سود لینے کا سبب بخل ہے جتنا سود لیتا ہے اتنا بخل بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اپنے تن پر بھی خرچ نہیں کرتا، غرض کہیں اس طرح بھی سود مٹتا ہے کہ اپنے اُوپر خرچ نہیں ہوتا تو یہ برکت اور نفع کا مٹنا ہوا۔ (التبلیغ احکام المال ج:۱۵ ص:۳۵)

مسلمانوں کی کمزوری وتباہی کے اسباب

مسلمانوں کے لیڈر بار بار اس میں غور کرتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ترقی کا راز کیا ہے؟ مگر اب تک حقیقت تک کوئی نہیں پہنچا، کسی نے یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ سود

لیتے ہیں اس وجہ سے ان کو ترقی ہورہی ہے، مگر یہ بالکل غلط ہے، اگر سود میں ترقی کا اثر ہوتا تو چاہئے تھا کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ سود کے گناہ میں مبتلا ہیں ان کو بھی ترقی ہوتی، حالانکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ کچھ بھی ترقی والے نہیں ہوئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت نے چونکہ تجارت کی بعض صورتوں کو ناجائز کہا ہے اس لئے مسلمان ترقی نہیں کر سکتے، مگر یہ بھی غلط ہے، کیونکہ معاملات میں شریعت کے مسائل کے کتنے تاجر پابند ہیں؟ غالباً دو چار کے سوا کوئی نہ ملے گا تو پھر ان تاجروں کو ایسی ترقی کیوں نہ ہوئی؟ یہ کون سے ناجائز معاملے چھوڑ دیتے ہیں؟

(العمرۃ بذبح البقرۃ ارشاداتِ حکیم الاُمتؒ ص:۴۷۲)

مسلمانوں کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنے بھائیوں سے بلاسود کے ملتا نہیں، اس لئے دوسری قوموں سے سودی قرض لینے کی ضرورت ہوتی ہے، اور برباد ہوتے ہیں، اور بے سود قرض نہ ملنے کی وجہ یہ نہیں کہ دوسرے مسلمانوں کے پاس روپیہ نہیں ہے، ابھی میں عرض کر چکا ہوں کہ مسلمان بہت مالدار ہیں، لیکن بدمعاملگی کے خوف کی وجہ سے قرض نہیں دیتے، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ خود چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی امداد کریں اور ان کو قرض دیں، مگر ڈرتے ہیں کہ دے کر کیا لے لیں گے؟ اگر خوش معاملگی (سچائی اور وعدہ کی پختگی) مسلمانوں میں شائع ہو جائے تو خود آپس ہی میں ایک دوسرے کی حاجت پوری ہوتی رہے، اور سود دینے کی ضرورت نہ پڑے، تو جو تباہی کا سبب ہے وہ ختم ہو جائے۔

پس ثابت ہوا کہ بدمعاملگی (یعنی معاملہ کی خرابی) تنزلی کا سبب ہے، ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ کسی کا روپیہ لے کر دینا نہیں چاہتے، حتیٰ کہ اگر کسی غریب کے چار پیسے ہوں گے وہ بھی ٹال کر دیں گے اور اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہم سے تقاضا

کرنے کی مجال نہیں ہوئی۔

اسی طرح قرض خواہ کو نہ دیں گے اور بہانہ کردیں گے کہ بھائی! ابھی خرچ نہیں آیا اور اسی حالت میں اگر بچہ کے ختنہ درپیش ہوجائے یا کوئی شادی کرنا ہوتو بہت روپیہ اُگل دیں گے، غرض بدمعاملگی کا مرض عام ہے۔ (سنتِ ابراہیمؑ ص:۲۲)

مال کی کمی دِین کی کمزوری کا سبب نہیں

اگر روپیہ کا نہ ہونا دِین کی کمزوری کا سبب ہے تو اُمراء (مالداروں) میں دِین زیادہ ہونا چاہئے تھا، سو آپ مشاہدہ کرلیں کہ روپیہ والوں میں دِین زیادہ ہے یا غریبوں میں؟ دراصل اگر قلب سلیم ہے تو روپیہ کا ہونا نہ ہونا دونوں مضر (نقصان دہ) نہیں، اور اگر قلب سلیم نہیں ہے تو روپیہ کا نہ ہونا تو کم مضر ہے، اور روپیہ کا ہونا زیادہ مضر ہے۔ (طریق النجاۃ دین دنیا ص:۴۳) ہم نے بہت کم لوگ ایسے دیکھے ہیں جن کو فراغت نصیب ہو (یعنی وہ مالدار ہوں) پھر بھی توجہ الی اللہ کی فکر ہو، اِلَّا ما شاء اللہ، مال کے ساتھ تو زیادہ تر خدا سے غفلت، بے پروائی، غریبوں کی تحقیر، بے رحمی اور ظلم و زیادتی ہوتی ہے۔ (الامتحان ص:۴، ارشاداتِ حکیم الأمتؒ ص:۴۶۸)

سودی لین دین مسئلے کا حل نہیں

عقلمند لوگ اس میں مختلف ہیں کہ قوم کی تباہی کا سبب کیا ہے؟ میرے نزدیک تو اصل سبب معاملہ کی خرابی ہے، قوم کے بعض لیڈر کہتے ہیں کہ: سود بند کرنے سے تباہی آئی ہے، جو قومیں سود لیتی ہیں وہ خوب ترقی کر رہی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی بہت سے لوگ سود لیتے ہیں، لیکن ان کے کچھ کام نہیں آتا، کیونکہ مال سے مقصود دنیاوی نفع اُٹھانا ہے، اور سود خور جمع کرتے کرتے مرجاتے ہیں اور

بسا اوقات جن کے لئے جمع کرتے ہیں ان کو بھی نہیں ملتا، اور فرض کرو اگر نفع بھی اُٹھایا تو روحانی نقصان سے خالی رہتے ہی نہیں، یعنی دل سخت ہوجاتے ہیں کسی پر ان کو رحم نہیں آتا، کسی کی مصیبت سے ان کا دل نہیں دکھتا، اور اپنے رشتہ دار سے بھی سود نہیں چھوڑتے، جیسے بیرسٹروں (وکیلوں) کا حال ہے کہ وہ اپنوں کو بھی نہیں چھوڑتے، سمجھتے ہیں کہ اگر ان سے نہ لیا تو بھاؤ بگڑ جائے گا، اور اکثر سودخوروں کو دنیوی ترقی بھی نہیں ہوتی، اکثر سودخوروں کا مال ضائع ہوتے ہی دیکھا ہے، اور اگر ترقی بھی ہوئی تو جب دین برباد ہوا تو اس ترقی کو لے کر کیا کریں گے؟ یہ تو دینی غلطی تھی کہ سود کو ترقی کا سبب قرار دیا۔

دوسرے ایک دنیوی غلطی بھی ہے، وہ یہ کہ ترقی کا سبب وہ شئے ہوسکتی ہے جس سے عام لوگ نفع اُٹھائیں، اس لئے ترقی یافتہ وہی قوم ہوگی جس کے سب افراد کو ترقی ہو، اور عام طور پر ان میں مالدار پیدا ہوں، اور سود ایسی چیز ہے کہ ساری قوم میں شائع نہیں ہوسکتا، اوّل تو سب کے پاس مال نہیں، دوسرے آخر لے گا کون؟ اس لئے لامحالہ بعض لیں گے اور بعض نہیں، تو جو لوگ لیں گے وہ ترقی کریں گے اور جو نہیں لیں گے وہ ترقی نہیں کریں گے، بلکہ جو دیں گے تباہ و برباد ہوں گے، پس ترقی کا یہ طریقہ نہیں ہوسکتا، ترقی کا صحیح طریقہ خوش معاملگی اور اعتبار کرنا ہے۔

مسلمانوں میں خدا کے فضل سے افلاس (تنگدستی) نہیں، مسلمانوں میں تاجر، اہلِ ملک، رئیس سب طرح کی مخلوق ہے، مگر بات کیا ہے کہ دوسری قوم کو سود دیتے ہیں اسی وجہ سے تباہی آتی ہے، تو ایسی صورت ہونا چاہئے کہ سود نہ دینا پڑے، اور وہ طریقہ صرف خوش معاملگی (یعنی اچھا معاملہ کرنا) ہے۔ (سنتِ ابراہیمؑ ص:۲۲۰)

مسلمانوں کی تنزلی

اور دوسری قوموں کی ترقی و کامیابی کا راز

غیر قوموں کی ترقی کا اصل سبب جو باتیں ہیں وہ دوسری ہیں، اور وہ ان کی ایسی صفتیں ہیں جو انہوں نے آپ ہی کے گھر سے لے لی ہیں، جیسے منتظم ہونا، مستقل مزاج ہونا، وقت کا پابند ہونا، بُردبار ہونا، انجام سوچ کر کام کرنا، صرف جوش سے کام نہ لینا ہوش سے کام لینا، آپس میں اتحاد و اتفاق کرنا۔ اور یہ سب وہ باتیں ہیں جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے، ان سب اَحکام کا خاصہ ہے کہ ان کو اختیار کرنے سے ترقی ہوتی ہے، اور چھوڑ دینے سے ترقی والوں کی ترقی بھی خاک میں مل جاتی ہے، چاہے کوئی اختیار کرے چاہے کوئی چھوڑ دے۔

(العبرۃ بذبح البقرۃ، ارشاداتِ حکیم الأمتؒ ص:۴۷۳)

اسلامی اُصول میں فطرۃً یہ خاصیت ہے کہ وہ پریشانی اور کلفت کو دور کرتے ہیں، اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں، اسلامی اُصول پر جو بھی عمل کرتا ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر راحت پاتا ہے، البتہ آخرت میں کامیابی کے لئے اسلام بھی شرط ہے۔ (ملفوظات نمبر:۳۰، ۲۴۳، ارشاداتِ حکیم الأمتؒ ص:۴۷۳)

کیونکہ شرعی اَحکام اور اسلامی اخلاق کے دو ثمرہ ہیں، ایک اللہ کے نزدیک مقبولیت، دوسرے دنیاوی ترقی۔ اللہ کے نزدیک مقبولیت کے لئے تو اسلام شرط ہے، جو مسلمان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔

دوسرا ثمرہ ہر اس شخص کو حاصل ہوجاتا ہے جو اسلامی اخلاق پر عمل کرنے لگے، چنانچہ اس وقت تک جن قوموں نے بھی ترقی کی ہے اسلامی تعلیمات کو اختیار کرکے ہی

ترقی کی ہے۔

تنظیم، دیانت، اتحاد، ایثار، عدل، وعدوں کو پورا کرنا، سادگی، کفایت شعاری، محنت، قوم کی خدمت، اور قومی نشان کی حفاظت وغیرہ وغیرہ، کس کے گھر کی چیزیں ہیں؟ کیا اسلام اور مسلمانوں سے پہلے کسی نے ان کا نام بھی سنا تھا؟ یہ صرف مسلمانوں کے گھر کی دولت تھی جس سے آج وہ کوسوں دور ہیں، اور دوسری قومیں مضبوطی کے ساتھ اس کو تھامے ہوئے ہیں۔

افسوس! اس وقت مسلمان ہی ایک ایسی قوم رہ گئی ہے جس کو جس شکل اور جس وضع میں چاہو ڈھال لو، کبھی عیسائیوں کی شکل میں ان کو دیکھ لو، کبھی ہندوؤں کی وضع میں۔ (ملفوظات نمبر:۵ ص:۱۲۷، ارشاداتِ حکیم الأمتؒ ص:۴۷۸)

مسلمان اگر تباہ و برباد نہ ہوں تو اور کیا ہوں؟ اس تباہی و بربادی کی وجہ زیادہ تر بدانتظامی ہے جو بے فکری کی دلیل ہے، اس بے فکری کی بدولت ہزاروں زمیندار، رئیس اور نواب بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔

حتیٰ کہ اس کی وجہ سے سلطنتیں دے بیٹھے، اس کی بدولت دنیا تو دنیا دین تک تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ (ایضاً ص:۴۷۳)

ترقی کا غلط مفہوم اور مسلمانوں کی ترقی کا معیار

(لوگ) کہتے ہیں کہ یہ ترقی کا زمانہ ہے، تو گویا سلف سے اس وقت تک تنزل ہی رہا، نالائقوں کو خبر نہیں کہ ملک و مال و جاہ وثروت ہی ترقی کا معیار ہیں تو پھر فرعون، قارون، شدّاد، نمرود تو انبیاء علیہم السلام سے بھی بہت زیادہ ترقی یافتہ تھے۔

ارے مسلمانوں کی ترقی کا معیار دین ہے، اگر دین درست ہے اور اللہ راضی

ہے یہ ان کی ترقی ہے، اور اگر دین درست نہیں اور اللہ ناراض ہے تو یہ تنزلی ہے، آخر کفر و اسلام میں فرق ہی کیا ہوا؟ اگر دین ہوتے ہوئے دنیا بھی تمہارے پاس ہو تو کون منع کرتا ہے؟ بلکہ اس کی وجہ سے دین کی اشاعت اور تبلیغ میں مدد ملے گی، پھر وہ دنیا دنیا ہی نہ ہوگی بلکہ عین دین ہوگا۔ (الافاضات ملفوظ نمبر:۱۰۰)

اگر مال کے ساتھ دین پوری طرح محفوظ رہے تو تم کو دنیا کی ترقی سے کون روکتا ہے؟ جتنی چاہے ترقی کرو، خواہ بادشاہ ہو جاؤ، خواہ وزیر ہو جاؤ، مگر حدود کے اندر رہو۔ (الجبر بالصبر ص:۴۳)

وہ شخص دنیادار نہیں جس کے قلب میں تو خدا اور رسول کی محبت ہو اور ہاتھ میں مال رکھتا ہو، جس کی علامت یہ ہے کہ اگر لاکھ روپے ملتے ہوں اور دین کا نقصان ہوتا ہو تو دین کے مقابلہ میں لاکھ روپے پر لات مار دے۔ (الحیاۃ ص:۲۸)

آج کل بعض لوگ دنیا کو دین پر مقدم کر کے دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ طریقہ سراسر گمراہی ہے۔ (الافاضات ص:۲۸۹)

اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو یہ دیکھو کہ پہلے مسلمانوں کو ترقی کیونکر ہوئی؟ چنانچہ جن لوگوں نے صحابہؓ کی ترقی کا حال دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ ان حضرات کو محض دین کی اتباع کی وجہ سے ترقی ہوئی، وہ دین میں پختہ تھے، ان کے معاملات و معاشرت و اخلاق بالکل اسلامی تعلیم کے مطابق تھے، اس لئے دوسری قوموں کو خواہ مخواہ اسلام کی طرف کشش ہوتی تھی اور اگر کسی نے مقابلہ کیا تو چونکہ انہوں نے خدا کو راضی کر رکھا تھا اس لئے خدا تعالیٰ ان کی مدد کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ بے سروسامانی کے باوجود اور قلتِ عدد کے باوجود عدد کی بڑی سلطنتوں کو آنکھ ملانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص:۷۷)

اِفلاس و تنگدستی کی وجہ سے سود کے جواز کا شبہ

سوال ۲۰۵:- مسلمانوں کے موجودہ افلاس و تنگدستی کے حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کیا سود کا لین دین خواہ آپس میں ہو یا دوسری قوموں سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- ربا کی حرمت کی آیت جب نازل ہوئی ہے، اس وقت (مسلمانوں میں تنگدستی و) افلاس اس وقت سے زیادہ تھا، اور نیز بہت سا سود ان معاملات کا لینا باقی تھا جو زمانۂ جاہلیت اور حالتِ کفر میں ہوگئے تھے، اس پر بھی حکم ہوا کہ سود چھوڑ دو، ورنہ خدا اور رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔

جب حالتِ کفر کا سود وصول کرنا جائز نہیں رکھا گیا، تو ابتداءً (شروع ہی سے) ایسا معاملہ کرنا کیونکر جائز سمجھا جائے گا؟

بیہقیؒ نے حدیث نقل کی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے کفار سے جن شرطوں پر صلح کی تھی ان میں یہ بھی قید تھی کہ: "مَا لَمْ یَأْکُلُوا الرِّبَا" (جب تک سود کا لین دین نہ کریں)۔ جب کافروں کو اَکلِ ربا (یعنی سود کے لین دین سے روکا گیا) تو مسلمانوں کو کیسے حلال ہوگا؟ (امداد الفتاویٰ ج:۳ ص:۱۶۰)

واقعی اگر سود ترقی کا ذریعہ ہے تو اس کو حلال تو نہ سمجھو

لاہور میں بعض لوگوں کا خیال معلوم ہوا کہ سود کو حلال کرنے کی کوشش میں ہیں تاکہ مسلمانوں کو ترقی ہو۔

میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ آپ کے اس خیال کو اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ سود ترقی کا ذریعہ ہے تو یہ سوچئے کہ ترقی کا مدار سود لینے پر ہے یا اس کو حلال سمجھنے پر؟

کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے کہ سود کو حلال سمجھنے ہی پر ترقی موقوف ہے؟ پھر آخر اس کو ذریعۂ ترقی بنانے میں اس کے حلال کرنے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے؟ اگر سود لیتے ہو تو گناہ تو سمجھو، یوں سمجھو کہ گویا (پاخانہ) کھا رہے ہیں، بُرا کر رہے ہیں۔ ایک بات یہ کہی تھی کہ گناہ کو گناہ سمجھیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ پندرہ منٹ کے لئے روزانہ خدا تعالیٰ سے اس طرح عرض کرلیا کریں کہ اے اللہ! میں نہایت خبیث ہوں، بڑا گنہگار ہوں، سر سے پیر تک معصیتوں میں بھرا ہوا ہوں، میری قوت نہیں کہ معصیت کو چھوڑ سکوں، آپ میری مدد فرمائیں، میں آپ کے سامنے شرمندہ ہوں۔ بس اس طرح روزمرّہ خدا سے عرض کرلیا کریں۔ (العاقلات الغافلات ملحقہ حقوق الزوجین ص:۳۴۱)

دارالحرب میں حربی سے سود لینے کے متعلق تحقیق

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا.

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو۔

احقر نے جو اس آیت سے سمجھا ہے (وہ یہ ہے کہ) دارالحرب میں حربی سے سود لینا حرام ہے، کیونکہ یہ بقایا سود زمانۂ جاہلیت کا تھا جس وقت کہ مکہ دارالحرب تھا، اگر یہ معاملہ حلال ہوتا تو حلال معاملہ سے جو حق واجب ہو اس کا مطالبہ ہر حال میں درست ہے، گو مطالبہ کے وقت وہ معاملہ ناجائز ہو، مثلاً ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک روپے کی شراب خریدی، ان کے لئے معاملہ حلال تھا، پھر دونوں مسلمان ہوگئے باوجودیکہ اب ایسی بیع وشراء درست نہیں، مگر پچھلا روپیہ وصول کرنا درست ہے۔

پس جب ربا (سود) میں پچھلا بقایا لینے کی اجازت نہ ہوئی، معلوم ہوا کہ اس وقت بھی (حربی سے دارالحرب میں سود لینا) حلال نہ تھا پھر جب حربی، حربی میں درست نہ ہوا تو مسلم اور حربی میں کیسے درست ہوگا؟ رہا لیا ہوا واپس نہ ہونا یہ تخفیف تھی حرام کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حرجِ کثیر کے دفع کرنے کے سبب سے۔

اور فقہی روایت جو اس کے متعلق مشہور ہے احقر کے نزدیک اس کی خاص تفسیر ہے جس سے سود کی حلت لازم نہیں آتی۔ (بیان القرآن ج:۱ ص:۱۶۸ سورۂ بقرہ)

قرض کی وجہ سے مقروض سے جس صورت سے بھی نفع اُٹھائے وہ سود ہے

قرض دینے والے کو قرض کے دباؤ یا رعایت سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب کوئی شخص قرض دے پھر وہ قرض لینے والا اس شخص کو کچھ ہدیہ دے یا گھوڑے وغیرہ پر سواری دے تو اس شخص کو چاہئے کہ نہ سوار ہو نہ ہدیہ قبول کرے، ہاں! اگر پہلے سے ان دونوں میں اس قسم کی عادت جاری ہو تو مضائقہ نہیں۔

(ابنِ ماجہ، بیہقی)

ابو بردہ ابن موسیٰ سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں آیا اور عبداللہ بن سلامؓ سے ملا، انہوں نے فرمایا کہ: تم ایسی سرزمین میں رہتے ہو جہاں سود کی کثرت ہے، تو جب کسی شخص کے ذمہ تمہارا کوئی حق ہو (یعنی قرض ہو) اور وہ تمہارے پاس بھوسہ یا جو یا گھاس کی گٹھری بھیجے تو تم اس کو مت لینا کیونکہ وہ سود ہے۔ (بخاری)

اس قاعدہ سے بہت سے مسائل معلوم ہو سکتے ہیں، بطورِ مثال کے بعض ذکر

کرتا ہوں۔ بعض دُکاندار مقروض، قرض کی رعایت کی وجہ سے قرض خواہ کو بغیر نفع لئے ہوئے سودا دیتے ہیں، قاعدۂ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ یہ درست نہیں۔

(صفائیٔ معاملات ص:۱۳، ۱۴)

سودخوروں کے بدترین حیلے

بعض سودخوروں نے یہ حیلہ نکالا ہے کہ ان کے پاس کوئی شخص قرض مانگنے آیا، انہوں نے ایک رومال میں سو روپیہ باندھ کر کہا کہ یہ پورا ایک سو پچّیس روپے کا ہے، سو روپے کے بدلے میں سو روپے اور رومال کے بدلے میں پچّیس روپے (حالانکہ رومال کی قیمت زائد سے زائد دو چار روپے ہوگی)، دوسرے شخص نے قبول کرلیا اور ادا کرتے وقت ایک سو پچّیس روپیہ دے دیا، یہ بالکل حرام ہے، کیونکہ اصل مقصود یہ ہے کہ ایک سو روپے کے بدلے میں ایک سو پچّیس روپے لوں گا، رومال کو بیچنا ہرگز مقصود نہیں، محض حیلے کے لئے بیع کی صورت اختیار کی ہے۔

اور اگر بیع کو مقصود بھی مان لیا جائے تب بھی چار روپے کا رومال پچّیس روپے میں صرف اس دباؤ سے خریدا ہے کہ اگر نہیں خریدتے تو قرض نہیں ملتا، اور اُوپر یہ قاعدہ بیان ہوچکا ہے کہ جو نفع قرض کے دباؤ سے حاصل ہو وہ سود ہے، حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

اسی طرح جس جگہ چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے کم و زیادہ کرکے بیچنا منظور ہو مگر جائز کا حیلہ اختیار کرنے کے لئے کم جانب میں ایک روپیہ مثلاً ملالیں کہ جس کی قیمت اس قدر نہ ہو جس قدر دوسری طرف زیادہ مال ہے، یہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (کذا فی الوقائع)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ: میرے دل میں ایسی بیع پہاڑ کے برابر گراں معلوم ہوتی ہے۔ (کذافی فتح القدیر۔صفائیٔ معاملات ص:۱۵)

ایک اور ناجائز حیلہ

اسی طرح حیلہ کی ایک صورت اور نکالی ہے، وہ یہ کہ مثلاً زید نے عمرو سے دس روپے قرض مانگے، عمرو نے کہا کہ: قرض تو نہیں دیتا مگر ہاں دس روپے کا مال بارہ روپے میں لے جاؤ اور کسی کے ہاتھ فروخت کرکے اپنا کام چلالو، اور جب تمہارے پاس ہو بارہ روپے اس سامان کی قیمت ادا کردینا، یہ بھی مکروہِ تحریمی ہے۔

(کذافی الہدایۃ)

سودخوروں نے یہ صورت اختیار کی ہے۔ (کذافی الکفایۃ)

امام محمدؒ اس کے متعلق بھی فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایسی بیع پہاڑ کے برابر گراں معلوم ہوتی ہے، اور حدیث شریف میں بھی اس کی مذمت آئی ہے، اور پیش گوئی فرمائی گئی ہے کہ جب تم ایسا کروگے ذلیل وخوار ہوگے اور غیر قومیں تم پر غالب آجائیں گی۔ (کذافی فتح القدیر۔صفائیٔ معاملات ص:۱۶)

شیٔ مرہون (گروی میں رکھے ہوئے سامان یا زمین) سے نفع اُٹھانا

اسی قاعدہ سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ زمین کے مالکوں میں جو ایک عام عادت ہے کہ زمین یا مکان رہن رکھ کر اس سے نفع اُٹھاتے ہیں، یہ ہرگز جائز نہیں، اور بعض کتابوں کی عبارتوں سے جو شبہ پڑگیا ہے (کہ راہن یعنی گروی رکھنے والے کی اجازت سے نفع اُٹھانا جائز ہے، یہ غلط ہے) اس عبارت کا مقصود نفع کا حلال ہونا نہیں

ہے کیونکہ یہ قاعدۂ مذکورہ کے خلاف ہے جس کو تمام فقہاء قبول کرکے یہ قاعدہ مقرر کرچکے ہیں: "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبٰوا" بلکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ راہن کی اجازت کے بغیر مرتہن اس سے نفع اُٹھائے تو اس پر غاصب ہونے کی وجہ سے ضمان لازم آتا ہے، اور اجازت دینے سے ضمان لازم نہیں آئے گا، سو ضمان لازم نہ آنے سے حلال ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اور اگر کسی عبارت میں حلّت یا اباحت کا لفظ پایا جائے تو وہ اس صورت میں ہے کہ معاملہ کے وقت اس شئ سے نہ نفع اُٹھانے کی شرط ٹھہری ہو، نہ وہاں اس کا رواج ہو، نہ قرض کا دباؤ ہو، اتفاقاً بطورِ احسان و خیرخواہی کے نفع اُٹھانے کی اجازت ہوجائے، ایسی حالت میں نفع اُٹھانا درست ہے، لیکن اس صورت میں وہ شئ رہن سے خارج ہوجائے گی اور عاریت (مانگی ہوئی چیز بن جائے گی) حتیٰ کہ استعمال کرتے کرتے وہ سامان ہلاک ہوجائے یا خراب ہوجائے تو ضمان لازم نہ آئے گا، اور قرض میں نہ کٹے گا، اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے، بعض لکھے پڑھے لوگ اس آفت میں مبتلا ہیں۔ (صفائی معاملات ص:۱۴)

شئ مرہون (گروی) سے اجازت کے بعد بھی نفع اُٹھانا درست نہیں

سوال ۴۷۶:- مرتہن کو مرہون سے (یعنی جس کے پاس گروی مال رکھا ہے اس کو اس مال سے) نفع اُٹھانا قرض دار کی اجازت سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- مرہون (گروی) سے نفع اُٹھانے کی شرط ہو یا اس کا رواج ہو جیسا کہ آج کل ہے ربا حرام ہے، اور ربا اجازت سے حلال نہیں ہوتا۔

(امداد الفتاویٰ ج:۳ ص:۴۵۴)

رہن (گروی) میں رکھی ہوئی زمین سے نفع اُٹھانے کا حیلہ جائز نہیں

بعض لوگوں نے مرہون (گروی میں رکھے ہوئے سامان یا زمین) سے نفع اُٹھانے کا یہ حیلہ نکالا ہے کہ مثلاً اسّی روپے کے بدلے میں ایک زمین رہن (گروی) رکھی اور راہن (یعنی جس نے قرض لیا ہے اس) سے یہ شرط ٹھہرالی کہ یہ زمین ہم کو ایک روپیہ سالانہ کرایہ پر دے دو، اور یہ کرایہ زرِ رہن (یعنی اسی قرض سے) کٹتا رہے گا، یہاں تک کہ اسّی برس میں روپیہ ادا ہوجائے گا اور زمین چھوڑ دی جائے گی، اور اس سے پہلے چھوڑنا چاہیں تو اسی حساب سے جس قدر روپیہ باقی رہے گا وہ لے کر چھوڑ دیں گے۔ چونکہ ایک روپیہ سالانہ کرایہ زمین کا محض اس قرضے کے دباؤ سے ہے، اور اُوپر یہ قاعدہ معلوم ہوچکا ہے کہ جو رعایت قرض کی وجہ سے ہو وہ حرام ہے، اس لئے یہ معاملہ حرام اور اس سے نفع اُٹھانا خبیث ہے، جو نفع اُٹھایا ہے اس کو صدقہ کردینا چاہئے۔ (صفائیٔ معاملات ص:۱۶)

سوال:- عمرو نے بکر سے سو روپے قرض لئے اور کچھ زمین بطور کرایہ کے پانچ سال کے واسطے دے دی اس شرط پر کہ پانچ سال بعد میری زمین واپس کردینا اور اس زمین کی اُجرت پانچ سال کی سو روپے سے زیادہ ہوتی ہے، تو ایسا لین دین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- ظاہر تو یہی ہے کہ یہ رعایت جو عمرو نے بکر کے ساتھ کی ہے قرض کی وجہ سے کی ہے، اس لئے یہ حرام اور سود ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج:۳ ص:۱۷۲)

رشوت، سودی اور ناجائز آمدنی سے معافی وتلافی کا طریقہ

ا:- اب ایک سوال اور رہ گیا، وہ یہ کہ کسی نے مثلاً دس ہزار روپے سود یا رشوت میں لئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ کس کس سے لئے ہیں؟ اور اب وہ چاہتا ہے کہ اس کا حق ادا کرے تو کیسے کرے؟ اس لئے کہ اس وقت اس کے پاس دس ہزار روپے نہیں ہیں، ساری عمر میں جو حرام مال کمایا تھا آج ایک دن میں سب کیسے ادا کردے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کام شروع کردینا اور ادائیگی کا پختہ ارادہ کرلینا بھی مقبول ہے، پہلے تو حق والے سے معافی کی درخواست کرو، اگر وہ خوشی سے معاف کردے تب تو جلدی ہلکے ہوگئے، اور اگر معاف نہ کرے تو اب تھوڑا تھوڑا جتنا ہوسکے اس کا حق ادا کرتے رہو، مگر یہ ضروری ہے کہ اپنے فضول اخراجات کو موقوف کردو، بس ضروری ضروری خرچوں میں اپنی آمدنی خرچ کرو، اور اس سے جتنا بھی بچے وہ حقداروں کو ادا کردو، اور اگر وہ مرگئے ہوں تو ان کے ورثاء کو دو، اور اگر ورثاء بھی نامعلوم ہوں تو ان کی نیت سے خیرات کرتے رہو، انشاء اللہ اوّل تو اُمید ہے کہ دنیا ہی میں سارا حق ادا ہوجائے گا، اور اگر کچھ ادا ہوا اور کچھ رہ گیا تو اس کو حق تعالیٰ ادا کردیں گے، حق تعالیٰ کے یہاں نیت کو زیادہ دیکھا جاتا ہے، جس کی نیت پختہ ہو کہ میں حق ادا کروں گا پھر اس پر عمل بھی شروع کردے حق تعالیٰ اس کو بالکل بَری بھی کردیتے ہیں۔ (خیر الارشاد، حقوق وفرائض ص:۳۰۸)

۲:- اب یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ کسی شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو اور کسی سے رشوت لی ہو یا کسی کی غیبت کی ہو (تو اس سے تلافی کا کیا طریقہ ہے؟ اگر وہ زندہ ہے تب تو اس سے معافی مانگی جائے لیکن اگر) وہ مرچکے ہوں یا لاپتہ ہوں

تو ان کے حقوق اب کس طرح ادا ہو سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں کوئی صورت لاعلاج نہیں ہے، کرنے والا ہونا چاہئے، اس کی تدبیر یہ ہے کہ اوّل تو پوری کوشش کرے ان لوگوں کا پتہ لگانے کی، اگر ان کا پتہ لگ جائے تب تو انہیں کو حق پہنچائے، اگر معلوم ہوا کہ وہ مر گئے ہیں تو مالی حقوق ان کے ورثاء کو پہنچائے، اگر ورثاء کا بھی پتہ نہ لگے تو جتنی رقم تم نے ظلم اور رشوت سے لی ہے، اتنی رقم خیرات کردو اور نیت کرلو کہ یہ ہم ان کی طرف سے دے رہے ہیں۔ (خیر الارشاد ص:۳۰۸)

توبہ کے بعد حرام مال کا حکم

سوال:- رنڈی، جواری، چور، ڈاکو یعنی حرام کمائی والے توبہ کر کے اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کریں تو اس کی کیا صورت ہے؟ اگر خدا کی راہ میں خرچ کرنا جائز نہ ہو تو کیا کرے جلا ڈالے؟ یا اور کوئی شرعی حیلہ حلال کرنے کا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اپنا حلال روپیہ اس حرام روپے میں ملا کر زمین خرید لیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب:- وہ مال حرام رہتا ہے، اگر وہ شخص جس سے وہ مال ان لوگوں کو حاصل ہوا ہے وہ متعین طور پر معلوم ہو تو اس کو واپس کردینا چاہئے، (اور اگر معلوم نہ ہوسکے تو) جو لوگ فقر و فاقہ سے بہت پریشان ہوں ایسوں کو وہ مال ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے واسطے دے دینا چاہئے، اور وہ اپنی طرف سے دینے کی نیت نہ کرے بلکہ اہلِ حقوق کی طرف سے کرے، اور ثواب حاصل ہونے کی نیت سے (یعنی صدقہ کی نیت سے) نہ کرے۔

اور حرام کو حلال کرنے کے لئے کوئی حیلہ مفید نہیں، اور اگر دوسرے روپے میں

ملایا تو اس میں بھی حرمت و خباثت پیدا ہوجائے گی، اور اسی طرح جو چیز اس سے خریدی اس میں بھی۔ (امداد الفتاویٰ ج:۴ ص:۱۴۴)

بابِ دوم

رشوت کا بیان

رشوت کی مذمت اور اس کا گناہ

۱:- حدیث شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔ (ابوداؤد شریف)

۲:- اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: رشوت لینے اور دینے والا دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ (طبرانی)

۳:- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے اور رشوت کی دلّالی کرنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (احمد وطبرانی)

اخیر کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رشوت کا دلّال بھی دینے اور لینے والے کے برابر گنہگار ہوتا ہے۔ (کشف الغشوۃ ص:۲۳)

رشوت سے متعلق چند ضروری مسائل

۱:- رشوت مال کے لینے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ دباؤ سے قرض لینا، کوئی اور چیز عاریت (یعنی مانگ کر) لینا یا کوئی چیز زیادہ سستی خریدنا سب رشوت میں داخل ہے۔

۲:- اگر رشوت دینے والے معلوم و متعین ہوں تو وہ رشوت کا مال ان کو واپس کردے، رشوت لینے والا اس کا مالک نہیں ہوتا۔

۳:- اور اگر رشوت دینے والا معلوم نہ ہو تو اس کو مسکینوں، محتاجوں کو دے دیا جائے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی غرض سے (ایک عامل جس نے غلط فہمی سے رشوت لی تھی وہ رقم) بیت المال میں داخل کردی تھی۔

۴:- بعض اخبار والے جو بعض مالداروں سے اس لئے کچھ لیتے ہیں کہ ہم تمہاری مذمت (برائی) نہ لکھیں گے، یہ بھی رشوت اور حرام ہے۔

۵:- اسی طرح بعض قوموں میں جو بیٹی پر کچھ لیتے ہیں (یعنی لڑکے والے یا لڑکی والے رقم کا مطالبہ کرتے ہیں) یہ بھی حرام ہے۔ (کشف الغشوۃ عن وجہ الرشوۃ)

مجبوری میں رشوت کا جواز

اگر رشوت دینے والا حق پر ہو، اور جانتا ہو کہ میرا حق رشوت دیئے بغیر نہ ملے گا (یا رشوت کے بغیر کام ہی نہ کرے گا) تو رشوت دینے سے یہ گنہگار نہ ہوگا، اگرچہ لینے والا گنہگار ہوگا۔ (کشف الغشوۃ ص:۲۳)

رشوت کی عقلی خرابیاں

رشوت عقل وانسانیت کے بھی خلاف ہے

اس میں ایک اور خرابی ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا میں بڑی چیز جاہ (عزت) ہے، حتیٰ کہ مال بھی اتنا عزیز نہیں ہے، دیکھئے! مال کو جاہ (عزت) کے واسطے خرچ کردیتے ہیں، اور جتنی فضول خرچیاں کرتے ہیں اکثر اسی کے واسطے کرتے ہیں، سب خرچوں کی تو کوئی حد بھی ہے مگر جاہ (عزت) کے لئے خرچ کرنے کی کوئی حد ہی نہیں۔ غرض مال کا زیادہ حصہ تفاخر اور ناموری میں خرچ ہوتا ہے، تو جاہ (عزت) اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کے مقابلے میں مال کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی جاتی اور وہ اس رشوت میں بری طرح برباد ہوجاتی ہے، سو عقلی اعتبار سے رشوت میں اتنی بڑی نحوست ہے، چنانچہ بخدا وہ آدمی رشوت لینے سے رشوت دینے والے کی نظر سے بالکل ہی گر جاتا ہے، وہ اس کو ایسا سمجھنے لگتا ہے جیسے پلّہ دار کہ اب ہمارا سارا بوجھ یہ اُٹھائے گا، پھر اس شخص کی کیا وقعت ہوئی، بعض لوگ آٹھ آنہ تک بھی نہیں چھوڑتے ایسے بدنیت اور لالچی ہوتے ہیں۔ الغرض رشوت ایسی ذلیل چیز ہے کہ اس سے آدمی نظروں سے گرجاتا ہے، یہ تو عقلی نحوست ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ رشوت قومی ہمدردی کے بھی خلاف ہے۔

اگر شریعت کے حکم کو نہ دیکھا جائے تو خود عقل بھی اس کو ناجائز بتلاتی ہے، اور یہ بالکل غلط بات ہے کہ لوگ خوشی سے دیتے ہیں، جو لوگ رشوت دیتے ہیں تو نقصان پہنچنے کے خیال سے دیتے ہیں، خوشی سے کوئی چیز نہیں دیتا، جو دیتا ہے مجبور ہوکر دیتا ہے، اس لئے یہ ہمدردی کے بھی خلاف ہے۔ (التبلیغ ج:۱۵ ص:۴۹، ۵۵، احکام المال)

رشوت کے جواز کا بہانہ

بعض لوگ تأویل کرتے ہیں کہ لوگ خوشی سے دے جاتے ہیں، رشوت کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے تو خوشی سے دیا ہے، بالکل غلط ہے، کوئی اپنا مال خوشی سے نہیں دیتا۔ اپنے اُوپر قیاس کیجئے، آپ نے بھی کبھی خوشی سے رشوت دی ہے؟ اگر آپ کو کبھی ایسا اتفاق پڑے تو کیا آپ خوشی سے دیں گے؟ ہرگز نہیں! بلکہ اگر معلوم ہوجائے کہ ویسے ہی کام ہوجائے گا تو کبھی نہ دیں گے۔

اور اگر فرض کرلیا جائے کہ خوشی ہی سے دیتے ہیں تو آخر ہمدردی بھی کوئی چیز ہے، اس ہمدردی کی وجہ سے ایسی رشوت سے انکار کردیا ہوتا، دیکھئے! رعایت وہ چیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چندہ آتا تھا، آپ بعض مواقع میں واپس کردیتے تھے، ہر ایک کا چندہ آپ نہ لیتے تھے۔ (احکام المال، التبلیغ ص:۴۱، ۹۶)

رشوت لینے میں ضرورت، مجبوری اور تنگی کا بہانہ

آج کل شرعی اَحکام کے بجالانے میں دُشواری سمجھی جاتی ہے، مثلاً یہ کہ بہانہ کیا جاتا ہے کہ تنخواہ کم ہے، بھلا اگر رشوت نہ لیں تو کام کیسے چلے؟ اگر اپنے اخراجات اندازہ سے رکھے جائیں تو تنخواہ کیوں نہ کافی ہوگی؟ بعض لوگ عذر کرتے ہیں ہم ناجائز معاملات رشوت وغیرہ ضرورت کی وجہ سے لیتے اور کرتے ہیں، مگر حقیقت میں وہ لوگ جس کو ضرورت کہتے ہیں وہ ضرورت ہی نہیں بلکہ محض حظوظِ نفسانیہ ہیں (نفسانی خواہش اور لذّت ہے) جن کا نام ''ضرورت'' رکھ دیا ہے، مثلاً کسی کی نوکری کی تنخواہ میں اتنی گنجائش ہے کہ معمولی درمیانی قیمت کے کپڑے پہن سکتا ہے، مگر کافی قیمت کے زرق

برق کپڑے پہننے کی گنجائش نہیں، اس صورت میں عقلمند آدمی کبھی ایسے گراں قدر کپڑوں کی ضرورت تسلیم نہیں کرسکتا کہ جس ضرورت کے واسطے رشوت وغیرہ لینا پڑے۔

اور اگر اس پر بھی کچھ تنگی ہو تو آخر صبر کی تعلیم اسی حالت کے لئے ہے، اور مرتبۂ صبر سے گزر جائے تو ایسے لوگوں کی امداد کے واسطے شریعت نے خاص قواعد مقرر کئے ہیں ان سے نفع اُٹھانا چاہئے۔ (سیرت الصوفی، ملحقہ حقیقتِ تصوف ص:۶۰۵)

رشوت اور سودی مال کا انجام

باطل طریقوں میں سے ایک طریقہ رشوت بھی ہے، لوگ رشوت لے کر مال جمع کرتے ہیں، پھر دیکھئے اس کا کیا حشر ہوتا ہے؟

ہم نے دیکھا ہے کہ رشوت والے ہزاروں لاکھوں روپے جمع کرتے ہیں مگر ایک دو پشت کے بعد کچھ نہیں رہتا، بالکل محتاج ہوجاتے ہیں، آج ایک شخص نوکر تو ۲۵ روپے کا ہے مگر حرام کا مال خوب سمیٹتا ہے، اور اس کے یہاں اولاد بھی ہے، مہمان بھی ہیں، دوست احباب بھی ہیں، تندرستی بھی ہے، مکان کی تعمیر بھی ہورہی ہے، یہ اپنی حالت پر نہایت خوش ہیں، پھر تھوڑے دنوں میں کچھ نہیں رہتا، یہ کیا بات ہے؟ اصل بات یہی ہے کہ ایسے مالوں میں برکت نہیں ہوتی۔

میرے ایک عزیز (رشتہ دار) پولیس میں ملازم تھے، انہوں نے خوب رشوتیں لے لے کر روپیہ جمع کیا تھا، اتفاق سے سرکار کی طرف سے کسی معاملہ میں مقدمہ قائم ہوگیا، جتنا کمایا تھا سب اس میں لگ گیا، حتیٰ کہ گھر کا زیور بھی نہ رہا، بالکل خالی رہ گئے، خدا خدا کر کے جب اس مقدمہ سے جان بچی اس کے بعد پھر اسی طرح روپیہ جمع کیا اور ایک پرانے تکیہ میں سی دیئے اس خیال سے کہ اسے چور کیا لیں گے، ایک روز

اتفاق سے وہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے، ان کے مکان میں آگ لگ گئی، گھر والوں نے قیمتی سامان اُٹھا اُٹھا کر گھر سے باہر پھینکا، اور اس تکیہ کا کسی نے خیال بھی نہ کیا، وہ جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ گھر میں آگ لگ گئی تھی، پوچھا کہ: میرا تکیہ کہاں ہے؟ گھر والوں نے کہا کہ: جو قیمتی چیزیں تھیں وہ مشکل سے بچائی ہیں! وہ پرانا تکیہ کوئی حفاظت کے قابل تھا؟ کہنے لگے کہ: میرے تو اس میں نوٹ تھے اور نوٹوں کے نمبر محفوظ نہیں، اس لئے سب کمائی جاتی رہی۔

اور اس پیسہ سے کچھ جائیداد بھی خرید لی تھی، اس کی کسر اس طرح نکلی کہ کسی کاشتکار پر نالش کر رکھی تھی، اس مقدمہ میں اس کاشتکار نے حضرت کو قتل کر دیا۔ یہ انجام ہوتا ہے ایسے مال والوں کا!

رات دن ایسے لوگ فکروں میں مبتلا رہتے ہیں۔

اور ایک شخص ہے جس کی یہ حالت ہے کہ آمدنی بھی کم ہے، بس معمولی سا کھا پہن لیتا ہے اور مزے سے پاؤں پھیلا کر رات کو سوتا ہے، وہ اچھا ہے یا ایسے لوگ اچھے ہیں؟ یہ رشوت (اور مالِ حرام) کے انجام ہیں۔ (احکام المال، التبلیغ ص:۳۷)

بابِ سوم

قمار اور جوا

۱:- یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا.

ترجمہ:- لوگ آپ سے شراب اور قمار (جوئے، لاٹری) کے متعلق دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں چیزوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں پیدا ہوجاتی ہیں اور لوگوں کو بعضے فائدے بھی ہوتے ہیں، اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔ (بیان القرآن ج:۱ ص:۱۲۴ سورۂ بقرہ)

۲:- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ.

ترجمہ وتشریح:- اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو، تاکہ تم کو فلاح (کامیابی) ہو۔ شیطان تو یہ

چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں عداوت
اور دلوں میں بغض (نفرت) واقع کردے، چنانچہ ظاہر ہے کہ شراب
میں تو عقل نہیں رہتی، گالی گلوچ، دنگا فساد ہوجاتا ہے، اور جوئے
میں جو شخص مغلوب ہوتا ہے (یعنی ہار جاتا ہے) اس کو غالب (یعنی
جیتنے والے) پر غیظ (غصہ) ہوتا ہے اور جب اس کو رنج ہوگا
دوسرے پر بھی اس کا اثر پہنچے گا، اور شیطان یوں چاہتا ہے کہ اسی
شراب اور جوئے کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم
کو باز رکھے (یعنی روک دے) سو بتلاؤ اب بھی باز آؤ گے؟

حدیث میں ہے کہ اس آیت کو سن کر صحابہؓ نے کہا: اِنْتَهَيْنَا! یعنی ہم باز آئے۔
(ترمذی) اور یہ بھی آیا ہے کہ جو شرابیں اس وقت موجود تھیں سب پھینک دیں۔ (بخاری)

فائدہ:- اَنصاب (یعنی بتوں) کا جو ساتھ میں ذکر کیا ہے اس سے مقصود
شراب اور جوئے کی مذمت (برائی) کی تاکید ہے کہ یہ اس قابل ہیں کہ بت پرستی کے
ساتھ ان کا ذکر کیا جائے۔

حاصل یہ کہ شراب اور جوا بت پرستی کفر کے قریب ہیں، اس لئے کہ نماز سے
جو کہ علاماتِ ایمان سے ہے (اس سے) مانع ہیں، جب اس طور پر ایمان سے دوری
ہوئی تو کفر سے قرب ہوا۔ (بیان القرآن ج:۳ ص:۵۸ سورۂ مائدہ)

جوئے باز پنپ نہیں سکتا

اسی طرح قمار (جوا) ہے، نامعلوم اس میں جیتنے والے سب کہاں چلے جاتے
ہیں؟ جس کو سنو گے یہی سنو گے کہ ہار گئے! یہ کسی کو نہ سنو گے کہ جیت گئے، اس کے

متعلق کھلے ہوئے سینکڑوں واقعات ہیں کہ جوئے کی بدولت گھر تباہ ہوگئے، ایسے مالوں میں بالکل برکت نہیں ہوتی۔ (احکام المال ص:۳۷)

سودخور اور رشوت خور کا حال

دیکھئے! ہر شخص کے لئے چھٹی کا زمانہ بڑی راحت کا زمانہ ہے، مگر ان کے لئے مصیبت ہے، کیونکہ اس روز لوٹ کھسوٹ کرنے کی گنجائش نہیں ملتی۔

ایک رشوت خور نے اپنی تصویر کھنچوائی تھی جس کی شکل یہ تھی کہ وہ اپنی جیبوں میں ہاتھ دیئے کھڑا تھا، لوگوں نے جو اس تصویر کو دیکھا تو بہت تعریف کی بالکل اصل کے مطابق ہے۔

ایک گنوار نے وہ تصویر دیکھی تو کہا یہ تصویر تو بالکل غلط ہے، لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ فرماتے ہیں کہ: تصویر میں ہاتھ اپنی جیب میں دکھائے گئے ہیں، حالانکہ ان کے ہاتھ تو دوسروں کی جیب میں رہتے ہیں!

سو چھٹی کے زمانہ میں پرائی یعنی دوسروں کی جیب ملتی نہیں، اس لئے وہ ان کے لئے ماتم (اور غم) کا دن ہوتا ہے، انہیں انتظار رہتا ہے کہ اب چھٹی کا زمانہ ختم ہو، یہ کتنی بڑی نحوست ہے رشوت کی! (التبلیغ ج:۱۵ ص:۳۹)

حرام مال کی نحوست و بے برکتی!

ایسے مال اکثر اپنے تن پر خرچ نہیں ہوتے، کہیں عطاروں کے یہاں جاتے ہیں، کہیں ڈاکٹروں کی فیس میں خرچ ہوتے ہیں، کہیں یار دوست کھا جاتے ہیں، اپنے تن کو کچھ بھی نہیں لگتا۔

ایک شخص اسی قسم کے تھے، ان کی بیوی ہمیشہ بیمار رہتی تھی، ان کے

صاحبزادے پلنگ پر سوار تھے، سینکڑوں روپے دواؤں اور ڈاکٹروں اور حکیموں پر خرچ ہوتے تھے، اور پھر نوکر خوب کھاتے اُڑاتے تھے، چاروں طرف لوٹ ہو رہی تھی، یہ حالت ہو رہی تھی کہ پانچ سو روپے آئیں تو تھوڑے ہیں، ایک ہزار آئیں وہ تھوڑے، یہ اس قسم کا مال اتنی بڑی نحوست کی چیز ہے۔ (التبلیغ ج:۱۵ ص:۳۸)

سود اور رشوت کا پیسہ قرض میں دینا بھی جائز نہیں

رشوت اور سود کا مال قرض میں دینا بھی جائز نہیں، حدیث میں ہے: "لَعَنَ اللّٰہُ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْکِلَہٗ" خدا لعنت کرے سود کھانے والے پر اور کھلانے والے پر۔ اس سے مراد دوسروں کو دینا ہے، چونکہ لینا دینا سبب ہو جاتا ہے کھانے پینے کا اس لئے اس کو کھانے اور کھلانے والا فرمایا، مقصود یہ ہے کہ سود لینے والے اور سود دینے والے دونوں پر لعنت ہے۔ اس میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ سود لے کر کسی دوسرے شخص کو وہ روپیہ اپنے قرض میں دیا جائے، اس صورت میں اس نے اس کو سود کا روپیہ دیا، ایک گناہ تو یہ ہوا، اس سے بڑھ کر ایک اور گناہ کا مرتکب ہوا، وہ یہ کہ اکثر لوگ حرام کا روپیہ قرض میں دے کر اپنے آپ کو بَری سمجھتے ہیں، ان کو یہ خیال ہی نہیں آتا کہ ہم نے کوئی گناہ بھی کیا ہے تاکہ اس سے توبہ کریں، اور اگر اس شخص کو خبر نہیں کہ یہ روپیہ سود اور رشوت کا ہے تو دھوکا دینے کا تیسرا گناہ ہوا۔ (الحج المبرور، سنتِ ابراہیمؑ ص:۲۶۱)

بابِ چہارم

قرض کا بیان

قرض سے متعلق چند احادیثِ نبوّیہ

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دَین (قرض) کے بارے میں فرمایا: قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے قبضہ میں ہے! اگر کوئی شخص جہاد میں شہید ہوجائے، پھر زندہ ہوکر دوبارہ شہید ہوجائے، پھر زندہ ہوکر سہ بارہ (تیسری بار) شہید ہوجائے، اور اس کے ذمہ کسی کا قرض آتا ہوتو وہ جنت میں نہ جائے گا جب تک اس کا قرض ادا نہ کیا جائے گا۔ (نسائی، حاکم) (حیاۃ المسلمین ص:۱۸۶)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا (یعنی شہید ہونا) سب چیزوں کا کفارہ ہوجاتا ہے سوائے قرض کے۔ (مُسلم)

صاحبو! شہادت سے بڑھ کر کیا چیز ہے؟ جب قرض اس سے نہ معاف ہوا تو اور کس عمل سے معاف ہوگا؟ اس سے (واقعی) قرض کی بڑی سختی معلوم ہوتی ہے (اس لئے شدید مجبوری کے بغیر ہرُ قرض نہ لینا چاہئے)۔ (فروع الایمان ص:۱۷)

قرض سے متعلق چند مزید احادیثِ نبوّیہ

۱:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْکُفْرِ وَالدَّیْنِ! (میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کفر سے اور قرض سے) ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! آپ قرض کو کفر کے برابر کرتے اور اس کے ساتھ ذکر کرتے ہیں؟ فرمایا کہ: ہاں! (رواہ النسائی)

۲:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قرض خدا کا جھنڈا ہے زمین میں، وہ جب کسی بندہ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اس کی گردن پر قرض کا بوجھ رکھ دیتا ہے۔ (رواہ الحاکم)

۳:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ایک شخص کو اس طرح وصیت فرما رہے تھے کہ: گناہ کم کیا کرو، تم پر موت آسان ہوجائے گی! اور قرض کم لیا کرو تو آزاد ہوکر جیو گے! (بیہقی)

۴:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت

سے لے، حق تعالیٰ اس کا قرض ادا کر دیتے ہیں، اور جو شخص لوگوں کا مال ضائع کرنے کی نیت سے لے خدا تعالیٰ اس کو تباہ کر دیتے ہیں۔

(بخاری، ابن ماجہ)

۵:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میری اُمت میں سے جو شخص قرض کے بارے میں لد جائے پھر اس کے ادا کرنے کی پوری کوشش کرے، پھر ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو میں اس کا مددگار ہوں گا۔

(رواہ احمد والطبرانی)

۶:- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حق تعالیٰ تین شخصوں سے بہت نفرت کرتے ہیں: ایک بوڑھا زناکار۔ دوسرے مفلس (محتاج) تکبر کرنے والا۔ تیسرے مالدار ظالم (جو قرض خواہوں پر ٹال مٹول کر کے ظلم کرتا ہے)۔ (ابنِ خزیمہ، ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

۷:- عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مالدار کا (قرض کو) ٹالنا اس کی آبرو اور مال کو حلال کر دیتا ہے۔ (ابن حبان والحاکم)

فائدہ:- یعنی جو شخص قرض ادا کرنے پر قادر ہو اور پھر بھی ادا نہ کرے تو قرض خواہ اس کی آبرو ریزی کر سکتا ہے اور بُرا بھلا کہہ سکتا ہے، اور لوگوں میں اس کو مشہور کر سکتا ہے، اور جس طریقے سے ممکن ہو ظاہراً یا چھپ کر اپنا حق اس سے وصول کر سکتا ہے۔ (ضمیمہ بہشتی زیور ص:۵۳)

قرض دینے کی فضیلت

ابنِ ماجہ میں حدیث ہے کہ صدقہ دینے سے دس گنا ثواب ملتا ہے، اور کسی کو قرض دینے سے اٹھارہ گنا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

وجہ اس کی یہ ہے کہ صدقہ تو بغیر ضرورت کے بھی مانگ لیا جاتا ہے، اور قرض حاجت مند ہی مانگتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ صدقہ دے کر بے فکری ہوجاتی ہے، اور قرض دے کر اس کی طرف توجہ رہتی ہے اور تعلق (اور دھیان) لگا رہتا ہے، اور دیر میں وصول ہونے سے خصوصاً جب اپنی ضرورت کے وقت وصول نہ ہو سخت تکلیف ہوتی ہے اس وجہ سے اس کا ثواب زیادہ ہے۔ (فروع الایمان ص:۸۰)

قرض

فرمایا: قرض بڑی تکلیف کی چیز ہے، مقروض آدمی اگر مرجائے تو رُوح جنت میں جانے سے معلق رہتی ہے، جس کو قرض سے نفرت نہ ہو بڑا بے حمیت (بے غیرت) ہے۔ (ملفوظات دعواتِ عبدیت ج:۱۹ ص:۱۳۴)

قرض دینے کی اہمیت

اور قرض نہ دینے والوں کی کوتاہی کا علاج

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ باوجود اس کے کہ ان کے پاس ضرورت سے زائد رقم رکھی ہے یا آسانی سے انتظام کرسکتے ہیں، اور مانگنے والا سخت حاجت مند ہے اور قابلِ اعتبار بھی ہے، مگر پھر بھی انتہائی بے رحمی سے قرض دینے سے انکار کردیتے ہیں، بعض اوقات جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے پاس نہیں ہے، اس کی وجہ یا تو بخل

ہے یا بے رحمی ہے یا جہالت ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ قرض دینے سے کیا فائدہ ہوگا؟ اس لئے نہ دینا تجویز کرتا ہے، اگر اس کا سبب بخل یا بے رحمی ہے تو اس کی برائی ظاہر اور مسلّم ہے، اور اگر اس کا سبب جہالت ہے تو اس کا فائدہ سمجھنا ضروری ہے تاکہ جہالت ختم ہو۔

اوّل تو جس کے دل میں رحم کا غلبہ و جوش ہوتا ہے وہ اس وقت فائدے کو بھی نہیں سوچتا خود رحم ہی سے مدد کرنے کی توفیق ہوتی ہے، کیا جو شخص اپنی اولاد کی پرورِش کرتا ہے گو اس میں دنیا و آخرت کا فائدہ بھی ہے، مگر کیا پرورِش کے وقت اس کے فائدہ کو سوچتا ہے؟ اور کیا فائدہ نہ سوچے تو پرورِش نہ کرے گا؟ پس مسلمانوں میں آپس میں اسی طرح ہمدردی اور رحم کا مادّہ ہونا چاہئے جیسے رشتہ داروں میں ہوتا ہے۔

اور اگر فائدہ سمجھے بغیر قرض دینے کی ہمت نہ ہو تو فائدہ بھی سمجھ لینا چاہئے، اور وہ فائدہ یہ ہے کہ مثلاً: قرض دینے والے کی محبت پیدا ہونا، آپس کی اُلفت اور ہمدردی بڑھنا، لیکن مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے دنیوی فائدہ کو مقصود نہ بنانا چاہئے، اس لئے اس سے قطع نظر کرکے آخرت کے فائدے کو سمجھنا چاہئے اور وہ ثواب ہے جو کہ حدیث میں آیا ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا ہے کہ صدقہ دینے سے دس گنا ثواب ملتا ہے اور قرض دینے سے اٹھارہ گنا ثواب ملتا ہے۔ اور حدیث میں اس کی وجہ بھی آئی ہے کہ صدقہ وہ شخص بھی مانگ لیتا ہے جس کو حاجت نہ ہو، مگر قرض بغیر حاجت کے کوئی نہیں مانگتا، یعنی اکثر عادت یہی ہے، اور حاجت کو پورا کرنا کس قدر عظیم راحت پہنچاتا ہے، اس لئے اس کا ثواب بھی زیادہ ہوا۔

اور جب قرض کا ثواب صدقہ سے بڑھا ہوا ہونا معلوم ہوگیا تو اس سے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ نصوص سے ثابت ہے کہ دس حصہ تک ثواب کا بڑھنا یہ اَدنیٰ درجہ ہے، ورنہ خلوص کی زیادتی کی وجہ سے سینکڑوں ہزاروں تک پہنچتا ہے، پس صدقہ کا ثواب دس سے زائد بھی ہوتا ہے اور قرض کا ثواب اس سے بھی آگے، حتیٰ کہ اگر صدقہ کا ثواب سات سو تک ہو تو قرض کا ثواب چودہ سو تک ہوگا، جو اخیر میں بارہ سو ساٹھ رہ جائیں گے، تو کیا یہ فائدہ نہیں ہے کہ ایک روپیہ قرض دیا اور آخرت میں مثلاً بارہ سو ساٹھ روپیہ کا ثواب ملا۔

ضروری تنبیہ:۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ قرض میں ثواب صدقہ سے زیادہ ہوتا ہے یہ نہ کرے کہ صدقہ کی جگہ قرض ہی دینے لگے یا صدقہ سے بے رغبت ہو جائے اور اس میں نقصان سمجھے، اصل بات یہ ہے کہ مختلف اَحکام مختلف حیثیتوں کے ہوتے ہیں، سو ایک حیثیت سے جس کا ذکر ہوا قرض کا ثواب زیادہ ہے، مگر دوسری حیثیت سے صدقہ کا ثواب قرض سے بھی زیادہ ہوتا ہے، مثلاً قرض میں واپسی ہوتی ہے اور صدقہ میں واپسی نہیں ہوتی اور اس وجہ سے صدقہ لینے والے کے دل پر بار نہیں ہوتا اور قرض لینے والے کے دل پر بار رہتا ہے۔ (اصلاح انقلاب ص:۲۱۸، ۲۱۹)

قرض داروں کی کوتاہی کی وجہ سے مالداروں کو قرض دینا بند نہیں کرنا چاہئے

قرض داروں کی بُری عادتوں اور معمولی تکلیف سے تنگ دل ہو کر قرض دینے کا سلسلہ بند نہ کرنا چاہئے، کیونکہ یہ بھی اجر سے خالی نہیں، اور احادیث میں اس سے کم تنگ دلی پر ثواب کا وعدہ آیا ہے کہ اگر کوئی چیز کہیں رکھ کر بھول جائے اور اس کی تلاش

میں قدرے پریشان ہو، پھر وہ مل جائے تو اس میں بھی ثواب ہے، تو قرض وصول نہ ہونے پر یا وقت پر وصول نہ ہونے پر تو اس سے بہت زیادہ پریشانی ہوتی ہے تو اس میں اس سے زیادہ اجر کیوں نہ ملے گا؟ اس لئے بقدرِ تحمل پیسہ نہ ملنے کو بھی برداشت کرلینا چاہئے۔ (اصلاح انقلاب ص:۲۲۰)

قرض سے متعلق چند اَحکام

خدا تعالیٰ نے عقدِ قرض پر جو اَحکام مرتب کئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱:- بلاضرورت قرض نہ لیا جائے (یعنی) حتی الامکان کسی کے مقروض نہ بنو اور اگر ضرورت کی بناء پر کسی کا مقروض ہونا پڑے تو اس کے ادا کی فکر رکھو بے پروا مت بن جاؤ، اور اگر وہ تم کو کچھ کہے سنے تو صبر کرو، اس کا حق ہے۔

۲:- جب ایک مدت کے لئے اُدھار قرض کا معاملہ کیا کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور خود لکھنا نہ جانتے ہو تو کسی سے لکھوالیا کرو، اور کاتب کے لئے حکم ہے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے بلکہ لکھ دیا کرے۔

۳:- اگر لکھنے والا کوئی نہ ہو تو حکم ہے کہ دو آدمیوں کو گواہ بنادو، اور گواہوں کو ضرورت کے وقت گواہی دینا لازم ہے، ورنہ گناہ ہوگا۔

۴:- یہ حکم تو لینے کے وقت کا ہے اور دینے کے وقت کا حکم یہ ہے کہ: "وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٌ" یعنی اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو مہلت دینی چاہئے جب تک کہ وہ دے سکے۔

یعنی اگر تمہارا مقروض غریب ہو اس کو پریشان مت کرو، بلکہ مہلت دو یا کچھ حصہ یا سب حصہ معاف کردو، اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کی سختی سے نجات دیں گے۔

۵:- اور ایک حکم یہ ہے کہ مقروض جس وقت ادا کرنا چاہے اس وقت ادا ہوسکتا ہے، اگر کوئی مدت کا وعدہ بھی کر کے قرض لے اور اس مدت سے پہلے ادا کرے تو قرض خواہ کو نہ لینے کا اختیار نہیں، اسی وقت لینا پڑے گا۔

۶:- اگر تمہارا مقروض تم کو دوسرے سے قرض ادا کرائے (یعنی دوسرے کے حوالے کردے) اور اس سے تم کو وصولنے کی بھی اُمید ہو تو خواہ مخواہ ضد میں آکر اسی کو پریشان مت کیے جاؤ بلکہ اس کے حوالہ کو منظور کرلو۔

۷:- اگر کوئی شخص تمہارا مقروض ہو اور اسی حالت میں وہ تم کو ہدیہ یا دعوت کرے تو اگر پہلے سے راہ و رسم (یعنی عادت) جاری نہ ہو تو ہرگز قبول مت کرو، اسی سے رہن (گروی) کی آمدنی کا حال معلوم ہوگیا، کیونکہ راہن (یعنی گروی رکھنے والا) تمہارا قرضدار ہے اور قرض کے دباؤ میں تم کو نفع اُٹھانے کی اجازت دیتا ہے، تو وہ کس طرح حلال ہوگا؟

۸:- جب کسی کا قرض ادا کیا کرو تو ادا کرنے کے ساتھ دعا بھی دیا کرو اور اس کا شکریہ ادا کیا کرو۔

۹:- اگر تم کو وسعت ہو تو کسی مقروض کی طرف سے اس کا قرض ادا کردیا کرو۔

۱۰:- اگر تم مقروض ہو اور تمہارے پاس دینے کے واسطے ہے بھی، اس وقت ٹالنا بڑا ظلم ہے۔

۱۱:- اور جب تم کسی کے مقروض ہو تو خراب چیز سے اس کا حق مت ادا کرو، بلکہ اس کی ہمت رکھو کہ اس کے حق سے بہتر اس کو ادا کرو، مگر معاملہ کے وقت یہ معاہدہ (کہ ہم اس سے اچھا لیں گے) جائز نہیں۔

(تعلیم الدین ص:۳۲، ۳۳، منازعۃ الھویٰ ص:۴۶۷، تفصیل الدین ملحقہ دین و دنیا ص:۱۵۰)

نادار اور مجبور قرضدار کو مہلت دینا واجب ہے

ایک کوتاہی بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ قرض تو دیتے ہیں لیکن تقاضا بے ڈھب (نامناسب طریقے سے) کرتے ہیں، وقت آنے پر (سختی کرتے ہیں) مہلت دینا جانتے ہی نہیں، حالانکہ قرآن کی تصریح سے تنگ دست نادار کو مہلت دینا واجب ہے، اور احادیث میں بھی اس کی فضیلت آئی ہے۔

حق تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ" (اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو اس کو کشادہ حالی تک مہلت دینا چاہئے)۔

(اصلاحِ انقلاب ص:۲۲۱)

مقروض کو مہلت دینے اور معاف کرنے کی وجہ سے بخشش

ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ زیادہ اعمال کی پابندی نہ کرتا تھا، مگر ایک کام یہ کرتا تھا کہ جب لوگوں کو قرض دیتا تو مہلت بھی دے دیتا اور اگر مقروض کے پاس ادا کرنے کو نہ ہوا تو معاف کر دیتا، جب اس کا انتقال ہوا تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ اس کے اعمال زیادہ نہیں، مگر جب یہ ضرورت و عجز کے باوجود ہمارے بندوں کے ساتھ سہولت کرتا تھا تو ہم تو قادر ہیں، ہم بھی اس کے ساتھ سہولت ہی کریں گے، اس لئے ہم نے اپنا سب حق معاف کیا۔ (الہویٰ والہدیٰ، آدابِ انسانیت ص:۷۱)

"ہم نہ دُنیا میں لیں گے نہ آخرت میں"
اس طرح کہنے سے قرض معاف نہ ہوگا

فرمایا کہ اگر قرض دینے والا یہ کہہ دے کہ قرض ہم نہ دُنیا میں لیں گے نہ آخرت

میں، اس طرح کہنا شرعاً لغو ہے (جب تک یہ نہ کہہ دے کہ ہم نے معاف کیا)۔

دُنیا میں بھی اس کو مطالبہ کا حق ہے اور اگر مطالبہ نہ بھی کیا اور مرگیا تو اضطراراً وہ قرض ان کے وارثوں کی ملک ہوجائے گا اور ان کو مطالبہ کرنے کا حق ہوگا، مورث کا یہ کہنا کہ ہم نہ لیں گے ورثاء پر حجت نہ ہوگا۔ اسی طرح اس وعدہ کا اثر آخرت میں کچھ نہیں ہوسکتا، وہاں کیا حال اور کیا خیال ہو، کچھ پتہ نہیں، ممکن ہے کہ جب مقروض کی نیکیاں ملتی ہوئی یا اپنے گناہ مقروض پر پڑتے ہوئے دیکھیں تو معاف نہ کریں۔

(ملفوظاتِ اشرفیہ ص:۵۰)

غریب آدمی کے لئے ضروری ہدایت

غریب کو چاہئے کہ کسی کی امانت نہ رکھے، اور سخت مجبوری کے بغیر قرض نہ لے۔ فرمایا: جو لوگ محتاج ہیں ان کو چاہئے کہ اپنے پاس کسی کی امانت نہ رکھیں، کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ کسی ضرورت میں نفس خرچ کرنے کے لئے رائے دے اور اگرچہ خرچ کرتے وقت ادا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے لیکن بروقت میسر ہونا آسان نہیں۔

اسی طرح قرضہ بھی حتی الامکان نہ لینا چاہئے اور اگر لیا جائے تو اس کو بہت جلدی ادا کرنا چاہئے، کیونکہ جب ہزاروں کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور قرض خواہ بہت ہوجاتے ہیں تو اس وقت قرض دار کی نیت ٹھیک نہیں رہتی، سمجھتا ہے کہ سب سے تو سبکدوش ہو نہیں سکتا، رُسوائی تو ضرور ہوگی اور ایک کی رُسوائی اور دس کی برابر ہے، تو کسی کو بھی ادا نہ کرو۔ (دعواتِ عبدیت ج:۱۴ ص:۲۲)

قرض لینے کے سلسلہ میں عام کوتاہی

قرض کے سلسلہ میں کئی قسم کی بدپرہیزیاں (یعنی کوتاہیاں) ہوتی ہیں۔

پہلا:- بلا ضرورت کسی کا مقروض ہوجانا، عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ فضول کاموں کے لئے (مثلاً بیاہ شادی کی رسموں کے لئے) قرض لیا جاتا ہے، بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے جو مصیبت کی وجہ سے قرض لیتے ہوں، اور مصیبت زدوں کو ملتا کب ہے؟ اکثر مالداروں اور جائیداد والوں کو ملتا ہے، تو بتلایئے اس پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے کہ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھلائے قرضدار ہوگئے، اور قرضدار بھی یا تو کسی شادی میں (پیسہ) برباد کرنے کو یا کوئی عالیشان محل تیار کرنے کو یا غمی کی رسموں میں اُڑانے کو جو اکثر خلافِ عقل اور خلافِ شرع ہیں۔

غرض ناموری (شہرت) کے کاموں میں صرف کرنے کے لئے قرض ہوتا ہے، پھر خدا کے فضل سے نام بھی نصیب نہیں ہوتا، اور اگر نام بھی ہوا تو اس کی کیا قیمت ہے؟ کل کو اس سے بڑھ کر بدنامی ہوگی، اس کی کچھ پروانہیں۔ دوسری خرابی یہ کہ اپنے زیور یا جائیداد کو محفوظ رکھنا اور دوسروں سے قرض لینا (کیونکہ عام طور پر) اکثر سودی قرض ملتا ہے اور چند روز میں دوگنے چوگنے ہوکر وہ تمام زیور اور جائیداد برباد ہوجاتی ہے، اور نقصان اور گناہ الگ رہا، اگر قرض کی واقعی ضرورت ہے تو جو چیز اپنے پاس موجود ہے ہرگز اس کی ایسی محبت نہ کرے (ضرورت کے وقت بیچ ڈالے) خدا تعالیٰ پھر عطا فرمائیں گے، اپنی راحت و عافیت کے مقابلہ میں زیور و جائیداد کیا چیز ہے۔ (فروع الایمان ص:۷۴)

قرض لینے کے سلسلہ میں اہل اللہ کے معمولات

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قرضدار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ وہ اپنے قرض کو ادا کردے، جب تک کہ اس کا قرض ایسی چیز کے لئے نہ ہو جس کو اللہ

تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں۔ (ترمذی)

فائدہ:- یہ اصل ہے بعض بزرگوں کے معمول کی کہ خیر کے کاموں کے لئے قرض لینے میں وہ باک نہیں کرتے (یعنی بے دریغ لے لیتے ہیں) اگرچہ وہ واجب نہ ہو، اور بعض بزرگ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں۔

فائدہ:- بعض حدیثوں میں قرض (کی مذمت ہے اور اس) سے ڈرایا گیا ہے، دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جو قرض بلاضرورت ہو وہ بچنے کے قابل ہے، اور جو ضرورت کی وجہ سے ہو اور اس کے ساتھ ادائیگی کی بھی نیت ہو وہ حق تعالیٰ کی معیت کا سبب ہے۔ اور اہلِ طریق (بزرگانِ دین) اس میں عملاً مختلف ہیں، بعض پر تو پہلا حال غالب ہے، وہ توکل کی وجہ سے قرض لے لیتے ہیں اور نیک کاموں میں خرچ کردیتے ہیں، اور ضرورت کے مفہوم میں توسیع کرتے ہیں یعنی غیر شدید ضرورت کو بھی ضرورت شمار کرتے ہیں، جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو مہمانوں کے لئے بھی مقروض رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد تیسرے ہی دن ایک شخص کو توفیق دی جس نے وہ سب قرض ادا کردیا جو کئی ہزار تھا۔

اور بعض (بزرگوں) پر دوسرا حال غالب ہے، وہ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں، اور ضرورت کے مفہوم میں تنگی کرتے ہیں، یعنی غیر شدید ضرورت کو ضرورت شمار نہیں کرتے، جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تھے، قرض لینے میں بے حد احتیاط فرماتے تھے اور ہمارے زمانہ والوں کے لئے بہتر طریقہ یہی دوسرا طریقہ ہے کہ قرض سے حتی الامکان بچیں، حتیٰ کہ مہمانوں کو بھی اپنی تنگی میں شریک کرلے، اور اس کی وجہ یہ ہے اِس وقت طبیعتیں کمزور ہیں اور اہل اللہ کی ضرورتوں کی طرف اہلِ دُنیا

کی توجہ کم ہے تو مقروض ہونے کا نتیجہ سوائے پریشانی کے اور کچھ نہیں، اور پریشانی سے تکلیف کے علاوہ بعض اوقات دین کو بھی نقصان پہنچ جاتا ہے۔

(التشرف بمعرفت احادیث التصوّف ص:۳۲۵)

کیسی حالت میں قرض لینا چاہئے

ہم تو یہی تعلیم دیں گے اور اہل اللہ کا یہی مذہب ہے کہ بلاضرورت مقروض مت ہو، گو رسم و رواج کے خلاف کرنا پڑے، مقروض ہونے سے بڑی پریشانی ہوتی ہے، جس کا انجام بہت برا ہے، اہل اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، اس میں بڑی راحت ہے، ہر مسلمان کو وہی مذہب رکھنا چاہئے جو اہل اللہ کا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج:۲ ص:۲۲۲ ملفوظ ص:۴۰۶)

گناہ کم کرو تو موت آسان ہوجائے گی، اور کسی سے قرض مت لو دُنیا میں آزاد رہ کر زندگی بسر کروگے۔

قرض لینا سخت مجبوری کے وقت میں جائز ہے، جیسے جہاد کے لئے یا کفن کے لئے یا کپڑے پھٹ گئے ہوں، چھپا ہوا بدن ظاہر ہونے لگے اور اس کے چھپانے کے لئے، اور اس جیسی ضرورتوں، مجبوریوں کے لئے، ایسے شخص کے حق تعالیٰ قرض ادا ہوجانے کے ذمہ دار ہیں۔ (التبلیغ، اَحکام المال ص:۱۱۲)

مقروض شخص کو پُر تکلف دعوت کرنا جائز نہیں

ایک حکایت

ایک قصہ یاد آیا کہ مولانا نواب الدین، قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت مقروض تھے، ایک دفعہ آپ نے دہلی کے سب بزرگوں کی دعوت کی، شاہ محمد

اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدعو کیا اور مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کو بھی مدعو کیا، سب حضرات نے تو دعوت قبول کرلی مگر مولانا مظفر حسین صاحبؒ نے منظور نہیں کی۔ نواب صاحب نے شاہ اسحاق صاحب سے ان کی شکایت کی، شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: مولوی مظفر حسین صاحب! کیا تم کو نواب صاحب کی آمدنی میں بھی شبہ ہے؟ اور کیا تمہارے نزدیک ہم نے مشتبہ مال کی دعوت قبول کی ہے؟ مولانا مظفر حسین صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت میں آپ کے سامنے کیا چیز ہوں جو نواب صاحب کے مال کو مشتبہ سمجھوں، مگر میں نے اِس واسطے دعوت سے عذر کیا کہ نواب صاحب مقروض ہیں اور دعوت میں وہ رئیسانہ (مالداروں جیسا) خرچ کریں گے جو تین چار سو (اور آج کل تین چار ہزار) سے کم نہ ہوگا، اور مقروض شخص کو ایسا کرنا جائز نہیں اور ان کو لازم ہے کہ جو رقم دعوت میں خرچ کریں اس کو قرض ہی میں ادا کردیں تو عنداللہ کچھ سبکدوشی ہوجائے۔

شاہ صاحبؒ نے یہ بات سن کر فرمایا کہ: بھائی! اس طرف ہمارا ذہن بالکل نہیں گیا، واقعی تمہاری رائے صحیح ہے اور اب ہم بھی دعوت قبول نہ کریں گے۔ چنانچہ سب بزرگوں نے انکار کردیا اور یہی کہا کہ آپ کو بجائے دعوت میں رقم لگانے کے قرض میں رقم ادا کرنا چاہئے، حالانکہ ان کے قرضہ میں اس رقم سے سہارا نہ لگتا تھا، کیونکہ قرض بہت تھا مگر اللہ کے نزدیک اتنا ادا کرنا بھی معتبر ہے (یعنی جتنی گنجائش ہو اتنا فوراً ادا کردے اور باقی کی ادائیگی کا پختہ ارادہ اور کوشش کرتا رہے)۔

(الجبر بالصبر، فضائل صبر و شکر ص:۳۱۲)

جو شخص ادائیگیٔ قرض کی پوری کوشش کرتا ہے

اللہ تعالیٰ اس کو بَری فرما دیتا ہے!

حق تعالیٰ کا قانون ہے کہ جس شخص کو (قرض) ادا کرنے کا اہتمام ہوگیا اور اپنی وُسعت کے موافق کام بھی کرنے لگا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں ادا کرنے والوں کی طرح ہے، پس وہ اپنی وُسعت کے موافق ادا کرتا رہے اور جو رہ جائے اس کے متعلق وصیت کر جائے۔

اگر کسی شخص کے ذمہ لوگوں کا ایک لاکھ روپیہ قرضِ ہو اور وہ آج ادا کرنے کا ارادہ کرے تو جتنا اس سے ہوسکے ادا کرنا شروع کرے، جس کے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ اپنے کو زیادہ تنگی میں ڈالے بلکہ اپنی ضروریاتِ زندگی سے جو فاضل ہو اس کو قرض میں دینا شروع کردے، خواہ ایک ہی روپیہ مہینہ ادا کرنا شروع کردے، تو وہ آج ہی سے اللہ تعالیٰ کے یہاں سبکدوش قرار پائے گا، مگر یہ ضروری ہے کہ وہ فضول خرچی کو ضرور بند کردے، اب اگر اس نے ایک لاکھ میں سے پچاس ادا کئے اس کے بعد موت آگئی تو وہ اللہ کے نزدیک ادا کرنے والوں کی طرح ہوگا۔

(الجبر بالصبر، فضائل صبر وشکر ص:۳۱۲)

ادائیگیٔ قرض کے سلسلہ میں بڑی کوتاہی

(عموماً قرض لینے والے قرض) لے کر بے فکر ہوجاتے ہیں، یہ نہیں کہ اس کا خیال رکھیں اور (ادائیگی کی فکر کریں) تھوڑا تھوڑا ادا کرتے رہیں، اپنے بعض غیرضروری اخراجات کو روک کر اپنی آمدنی میں سے اندازہ کرکے کچھ کچھ پہنچاتے

رہیں، (لیکن ایسا نہیں کرتے اور) بدنام ہوتے ہیں، ذلیل ہوتے ہیں، نادہند مشہور ہوجاتے ہیں، اعتبار جاتا رہتا ہے، لوگ معاملہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ کہ آخرت کا مؤاخذہ سَر پر۔

البتہ جو سخت ضرورت کے وقت قرض لے اور ادا کی پوری فکر ہو، حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے قرض کے ذمہ دار ہیں، خواہ دُنیا میں ادا کردیں یا آخرت میں حق والے کو راضی کردیں۔ (فروغ الایمان ص:۷۲)

قرض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ

اکثر لوگوں کی حالت دیکھی جاتی ہے کہ قرض لے کر بے فکر ہوجاتے ہیں اور گنجائش کے باوجود، فضول کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کے باوجود قرض ادا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، اور بعض لوگ بہت ہی ٹال کر (بہت دیر سے بار بار مانگنے کے بعد) دیتے ہیں، اور بعض لوگ تو دیتے ہی نہیں، اگر تقاضا کیجئے تو بُرا مانتے ہیں، اور ان کی اس حرکت سے قرض دینے والے کو تکلیف ہوتی ہے، اور جب یہ تکلیف روزمرہ مدتوں تک پہنچے تو ضرور اس کا اثر یہ ہوگا کہ دِلوں سے محبت نکل جائے گی، اور آپس میں رنج و شکایت پیدا ہوجائے گی، دینے والے کا احسان ماننے اور اس کو تکلیف نہ دے، اور وقت پر اس کی امانت پہنچادے، تاکہ پھر آئندہ بھی قرض لینے کا منہ رہے۔

اس نادہندی (قرض نہ دینے کی عادت ایسی پڑگئی ہے کہ اس) کی بدولت آپس میں قرض نہیں ملتا، پھر کافروں سے سودی قرض لیتے ہیں اور تباہ ہوتے ہیں، ورنہ اگر وقت پر دوسرے کا حق پہنچ جایا کرے (اور وقت پر قرض ادا کردیا کریں) تو بہت سے مسلمان (اب بھی) ایسے ہیں کہ وہ خود بھی اپنی مصلحت سے اپنے روپے کا

قرض پر چلتے رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں، کیونکہ حفاظت سے بچتے ہیں اور تجارت کو پسند نہیں کرتے یا نقصان کے احتمال سے یا تعلقات کی کثرت سے ان کو وحشت ہوتی ہے، اس وجہ سے یا تجارتِ سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے، تو ایسے لوگوں کا روپیہ قرض میں آسانی سے مل سکتا ہے، اور دوسری قوموں کو سود دے کر اپنا گھر تباہ ہونے سے بچاسکتے ہیں، لیکن ہم لوگوں کے معاملات اس قدر خراب ہیں کہ لے کر دینا نہیں چاہتے، دو چار جگہ ٹھوکر کھا کر سب بددِل ہوجاتے ہیں، پھر وہ شخص کسی کو بھی قرض نہیں دیتا، اور ایک بڑے خیر کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، جس کا وبال ان نادہندوں (قرض لے کر نہ دینے والوں) کی گردن پر ہوگا۔ (اصلاحِ انقلاب ج:۱ ص:۲۲۱)

بعض لوگوں کی عادت!

بعض لوگ قرض کے سلسلہ میں بڑی گڑبڑ کرتے ہیں کہ کسی کا روپیہ لے کر ایسا بھولتے ہیں کہ گویا دینے کا نام ہی نہیں جانتے، اپنے سارے کام اَللّے تللّے سے چلاتے ہیں (یعنی خوب خرچ کرتے ہیں) مگر قرض ادا کرنے کی فکر نہیں، اسی واسطے مسلمانوں میں ہمدردی نہیں رہی، ورنہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس ضرورت سے زیادہ موجود ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی کو قرض دے دیں، خود حفاظت سے بچیں اور دوسرے کا کام نکل جائے، مگر کس کو دیں؟ لوگ قرض لے کر دینے کا نام ہی نہیں لیتے، اسی لئے بے سود کے آج کل قرض نہیں ملتا، کیونکہ اس کے ادا کرنے کی فکر ہی نہیں ہوتی، ہاں! بنیوں کا قرض خوب یاد رہتا ہے کیونکہ وہ پہلے ہی تمسک لکھوا لیتے ہیں اور سودی قرض خوب دِل کھول کر دیتے ہیں جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دو تین سال میں سود دَر سود ملا کر ایک ہزار کے چار ہزار وصول کرلیتے ہیں، بس اس سے بہت خوش ہیں، استغفر اللہ۔

اگر لوگوں کو غیر سودی قرض کے ادا کرنے کا بھی ایسا اہتمام ہوتا جیسا سودی قرض کا ہوتا ہے تو آپس میں مسلمانوں ہی سے روپیہ مل جایا کرتا اور مسلمانوں کی جائیدادیں اس طرح ہندوؤں کے ہاتھ نہ پہنچتیں۔ (ترجیح الآخرت، دُنیا و آخرت ص:۴۹۲)

قرض لے کر ادا نہ کرنے کا مرض

ایک خرابی مسلمانوں میں یہ ہے کہ قرض لے کر ادا نہیں کرتے، قرض ادا کرنے کی بالکل عادت ہی نہیں، اس لئے ان کا اعتبار نہیں رہا، اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہر ایک سے قرض مانگتے ہیں اور کوئی نہیں دیتا، حالانکہ قرض دینے کا بڑا ثواب ہے۔

ایک شخص کا قصہ ہے کہ وہ کسی مقدمہ میں مظفرنگر آئے، اتفاق سے جتنا روپیہ پاس تھا سب ختم ہوگیا، اب بہت پریشان، آخر وہیں کے ایک صاحب کے پاس گئے اور ان سے اپنی پریشانی بیان کی اور کہا کہ سو روپیہ قرض دے دیجئے میں گھر پہنچتے ہی بھیج دوں گا، انہوں نے ترس کھا کر دے دیا، انہوں نے گھر پہنچ کر خبر بھی نہ دی، کچھ دنوں بعد پھر کہیں ان سے ملاقات ہوگئی تو انہوں نے تقاضا کیا، انہوں نے کہا کہ میں ابھی دو ایک دن میں ادا کردوں گا۔ اسی طرح مدتوں تک ٹال مٹول کرتے رہے یہاں تک کہ سال بھر گزر گیا پھر جو تقاضا کیا تو کہتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس کوئی تحریری ثبوت ہے؟ یہ حالت ہے مسلمانوں کی اور اس کو ہلکی بات سمجھتے ہیں، اس لئے اس میں بہت ہی سستی ہو رہی ہے، جب کوئی قرض لے کر ادا ہی نہ کرے تو پھر کون دے؟ حالت یہ ہوچکی ہے کہ قرض دے کر وصول نہیں ہوتا حتیٰ کہ قرضدار سامنے آنا تک چھوڑ دیتے ہیں۔ (أحکام المال، التبلیغ ج:۱۵ ص:۱۳۹)

قرض کی ادائیگی میں سستی وکوتاہی

قرض کی بدولت جائیداد نیلام ہوجاتی ہے، مسلمانوں کے بہت سے گھر اسی میں برباد ہوئے اور ہورہے ہیں، سود بڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ جائیداد اور گھر نیلام ہوجاتے ہیں، اگر ایسا بھی کیا کریں کہ جائیداد بیچ کر قرض ادا کردیں اور سود نہ بڑھائیں تو اس صورت میں جتنی جائیداد باقی ہے وہ تو سالم رہے۔

میرے ایک دوست ہیں، انہوں نے سترہ سو روپے قرض لئے تھے، آمدنی بھی ان کی اچھی تھی چھیانوے ہزار روپے کا سالانہ ان کے یہاں کاغذ بنتا تھا تو اس سترہ سو کی حقیقت کچھ نہ تھی لیکن ادا کرنے میں سستی کی اور سستی کی وجہ یہ ہوئی کہ زور دبدبہ میں دیتے نہیں اور بنئے مانگتے نہیں، ان کا تو بڑھتا رہا بلکہ اگر دیتے بھی ہیں تو کہتے ہیں کہ شیخ صاحب ابھی جلدی کیا ہے؟ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑے بڑے خاندانی رئیسوں کی اولاد انہی مہاجنوں کے یہاں چار چار روپے کی مزدوی کرتے ہیں، اور غضب یہ کہ اس نہ دینے پر فخر بھی کرتے ہیں۔

غرض اس سترہ سو کے چالیس ہزار ہوگئے، اب یہ حالت ہے کہ تجارت، کارخانہ بند ہے گھر میں فاقے ہورہے ہیں۔ (العزت، دعواتِ عبدیت ج:۱۹ ص:۵۶)

میّت کا قرض ادا کرنے میں وارثوں کی عام کوتاہی

ایک کوتاہی عام طور سے یہ ہوتی ہے کہ میّت کے ذمہ جو قرض ہے اور دلیلِ شرعی سے ثابت ہے اس کو کوئی شاذ ونادر ہی ترکہ سے (یعنی میراث کے مال سے) ادا کرتا ہے، صاف انکار کردیتے ہیں، جیسا کہ میت کا جو قرض لوگوں پر ہے لوگ بھی اس کا قرض ادا کرنے سے مُکر جاتے ہیں، یہ دونوں اُمر صریح ظلم ہیں۔

خاص طور پر میّت پر اگر قرضہ ہو تو ورثاء کو یہ سمجھنا چاہئے کہ بروئے حدیث اس کی رُوح جنت میں جانے سے معلق رہے گی، جب تک کہ قرض نہ ادا ہو جائے، تو کیا اپنے رشتہ دار (یا ماں باپ) کے لئے اتنی بڑی محرومی گوارا کرلی جائے گی؟

(اصلاح انقلاب ج:۱ ص:۲۴۲)

مرنے کے بعد سب سے پہلے کیا کرنا چاہئے

مرنے کے بعد مُردے کے مال میں سے پہلے تو اس کے گور و کفن کا سامان کریں، پھر جو کچھ بچے اس سے قرض ادا کریں اگر مردہ کا سارا مال قرضہ کے ادا کرنے میں لگ جائے تو سارا مال قرضہ میں لگادیں گے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا، وصیت کی ہو یا نہ کی ہو قرضہ کا ادا کرنا بہرحال مقدم ہے، اور بیوی کا مہر بھی قرضہ میں داخل ہے۔

اگر قرضہ نہ ہو یا قرضہ سے کچھ مال بچ رہے تو دیکھنا چاہئے کہ کچھ وصیت تو نہیں کی؟ اگر وصیت کی ہے تو صرف تہائی مال میں وہ جاری ہوگی، اور اگر نہیں کی یا وصیت سے جو بچا ہے وہ سب وارثوں کا حق ہے، شریعت میں جن جن کا حصہ ہو کسی عالم سے پوچھ کر دے دینا چاہئے، جو دستور ہے کہ جو جس کے ہاتھ لگا لے بھاگا بڑا گناہ ہے، یہاں نہ دو گے تو قیامت میں دینا پڑے گا، جہاں روپے کے بدلہ میں نیکیاں دینی پڑیں گی، اسی طرح لڑکیوں کا حصہ بھی ضرور دینا چاہئے شریعت میں ان کا بھی حق ہے۔

(بہشتی زیور حصہ پنجم ص:۶۱)

تجہیز و تکفین اور ادائیگی اور وصیت پوری کرنے کے بعد جو مال بچے وہ سب وارثوں کا مشترک ہے، خواہ کپڑا ہو یا برتن یا کتابیں یا گھر کا سامان یا روپیہ یا جائیداد سب مشترک ہے، کسی ایک شخص کو اس میں تصرف کرنا خواہ اپنے قبضہ و استعمال میں

لاکر، خواہ دوسرے کو ثواب کے لئے یا دنیاوی مصلحت کے لئے دینا بالکل ناجائز ہے۔

(صفائیٔ معاملات ص:۲۷)

ادائیگیٔ قرض کی دعائیں

ا:- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مکاتب آیا اور کہنے لگا کہ: میں مکاتبت کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہوگیا ہوں، میری امداد کیجئے! فرمایا کہ: میں تجھ کو چند کلمات (دعائیہ) نہ بتلادوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں، اگر تیرے اُوپر کوہِ ثبیر کے برابر بھی قرض ہوگا حق تعالیٰ ادا فرمادیں گے، یوں کہا کرو:-

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ. (رواه الترمذی)

۲:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: میں تم کو ایسی دعا نہ بتلاؤں کہ اگر تمہارے اُوپر پہاڑ کے برابر قرض ہو تو اُس کو بھی حق تعالیٰ ادا کردیں گے، یوں کہا کرو (یعنی دعا کیا کرو):-

اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا تُعْطِيْهُمَا مَنْ تَشَآءُ وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَآءُ اِرْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَّحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ.

(رواه الطبرانی فی الصغیر)

(بہشتی زیور حصہ پنجم ص:۵۴)

ادائیگیٔ قرض کا وظیفہ

ایک صاحب نے عرض کیا: میں قرضدار ہوں، دعا فرمادیجئے اور کچھ پڑھنے کو بتلادیجئے! فرمایا: "یَا مُغْنِیُ" عشاء کی نماز کے بعد گیارہ سو مرتبہ پڑھا کرو، اوّل آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف، یہ عمل حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔

(ملفوظاتِ حکیم الاُمتؒ ج:۲ ص:۳۵۹)

امانت میں خیانت اور اس کی واپسی میں لاپرواہی

امانت کے بارے میں بھی لوگوں میں یہی گڑبڑ ہے کہ کسی کے پاس امانت رکھو تو یہ اطمینان نہیں ہوتا کہ یہ امانت کو بعینہ رکھے گا، اکثر لوگ امانت کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کردیتے ہیں، چار پانچ سو کی امانت خرچ کرگئے اور اس کی ادا کی کچھ فکر نہیں، اب وہ روپیہ والا غریب ان سے مانگتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ: وہ تو خرچ ہوگئے جب ہوں گے تو دے دیں گے! وہ کہتا ہے کہ: صاحب! آپ نے امانت کے روپے کیوں خرچ کئے؟ جہاں سے ہو میری رقم ادا کیجئے۔ تو کہتے ہیں کہ: صاحب! مجھ سے غلطی ہوگئی کہ میں نے ضرورت میں آپ کی رقم خرچ کردی، اب اس وقت میرے پاس نہیں، میں کہاں سے ہگ دوں؟ میں کہتا ہوں کہ تم نہ ہگو مگر اس غریب روپے والے کا تو یہ سن کر پاخانہ نکل گیا ہوگا۔ (ترجیح الآخرۃ، دنیا و آخرت ص:۴۹۳)

اسی طرح ایک کوتاہی مانگی ہوئی چیز میں ہوتی ہے، حالت یہ ہے کہ چیز منگائی اور کام بھی ہوگیا مگر یہ توفیق نہیں ہوتی کہ واپس کردیں، جب دینے والا خود طلب کرتا ہے تب دیتے ہیں، اور اگر خود بھی دیں گے تو ایک مدت کے بعد، اس میں بہت سی چیزیں گم ہوجاتی ہیں، خراب بھی ہوجاتی ہیں، بعض جگہ مہینے گزر جاتے ہیں مگر چیز

واپس نہیں ہوتی، اگر کسی نے مانگا تو دے دی ورنہ پرواہ بھی نہیں ہوتی۔

(أحکام المال، التبلیغ ج:۱۵ ص:۱۴۰)

قرض کے لین دین سے متعلق یادداشت کاپی کی ضرورت

میرا ایک معمول یہ بھی ہے کہ قرض کی یادداشت کے لئے ایک کاپی الگ بنا رکھی ہے، جس کو قرض دیتا ہوں اس میں لکھ لیتا ہوں اور جو پرچہ کے ذریعہ سے لیتا ہے وہ پرچہ بھی محفوظ رکھتا ہوں، اور وصول ہونے پر پرچہ واپس کر دیتا ہوں اور اس رقم کو قسط وار اَدا کرنے والے کے سامنے اس میں ''وصول'' لکھ لیتا ہوں، اور اس کو دکھا دیتا ہوں کہ دیکھو ''وصول'' لکھ لیا ہے، اس میں بڑی مصلحت ہے دونوں طرف کو اطمینان ہوجاتا ہے، جو کام اُصول کے ماتحت ہوگا اس میں کبھی اُلجھن یا پریشانی نہ ہوگی، اور آج کل بدانتظامی کا نام بزرگی رکھ رکھا ہے۔

فرمایا: جو لوگ ضرورت کے وقت مجھ سے قرض لے لیتے ہیں، جب کوئی قسط ادا کرنے آتے ہیں تو ان کو پاس بلالیتا ہوں، اور اپنی یادداشت میں ''وصول'' لکھ کر ان کو بھی دکھلا دیتا ہوں کہ دیکھو یہ وصولیابی لکھ لی ہے، محض اس خیال سے کہ ان کو یکسوئی ہوجائے، یہ خیال نہ رہے کہ شاید ''وصول'' لکھنا یاد نہ رہے۔

